# اربعین نبوی ﷺ

پروفیسر عبداللہ شاہین

# اربعین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر عبداللہ شاہین

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۳۔ کورٹ سٹریٹ، لوئر مال، لاہور (پاکستان)

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِھَا بَعَثَهُ اللّٰہُ فَقِیْھًا وَ کُنْتُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شَافِعًا شَھِیْدًا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری امت کیلئے امور دین سے متعلق چالیس حدیثیں محفوظ کیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن زمرۂ علماء میں اٹھائے گا اور میں اس شخص کی شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا۔ (بیہقی)



ناشر:۔..........اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
لوئر مال لاہور

مطبع:۔..........رشید پرنٹرز، لاہور

اشاعت اوّل۔..........اکتوبر ۱۹۸۹ء

اشاعت دوم۔..........اگست ۱۹۹۳ء

اشاعت سوم۔..........دسمبر ۲۰۱۰ء

قیمت: .......... -/80 روپے

# عرض مؤلف

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمتِ مسلمہ کے بہت سے علماء، فقہا اور محدثین رحمہم اللہ نے ''اربعین'' یعنی چالیس احادیثِ رسولؐ کے مجموعے مرتب کیے ہیں۔ جن کی اساس آپ ﷺ کی وہ حدیث مبارک ہے جو زیبِ سرورق ہے اور جس میں ایک بڑی خوش خبری سنائی گئی ہے۔

آپ ﷺ کی اس حدیث مبارک میں ''من حفظ علی امتی'' کے الفاظ خاص طور پر لائق توجہ ہیں ''حفظ'' کے معنیٰ ہمارے ہاں عام طور پر یہ سمجھے جاتے ہیں کہ کسی چیز کو محض یاد کرلیا جائے۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ نے ''حفظ'' کے معانی صرف یہ نہیں لیے بلکہ ان کے ہاں اس کا مفہوم بہت وسیع تھا۔ یعنی الفاظ حافظے میں محفوظ کر لیے جائیں اور اس کے عمل کو اپنی سیرت وکردار میں رچا بسا کر شخصیت کا جزو بنالیا جائے اور اس طرح اس آیت یا حدیث کے علم وعمل دونوں کو اپنی ذات میں محفوظ کرلیا جائے۔

اگرچہ میں فقہائے امت کی خاکِ پا بھی نہیں ہوں تاہم مجھے بھی یہ شوق چُرایا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی اس بشارت کا مصداق بننے کی کوشش کروں بلکہ عام لوگوں کیلئے آپ ﷺ کی شفاعت کا مستحق بننے کی راہ آسان کردوں۔ چنانچہ اسی اُولیٰ واعلیٰ مقصد کے حصول کی خاطر میں نے یہ مجموعہ احادیث مرتب کیا ہے اور آپ ﷺ کی ان احادیث کا انتخاب کیا ہے جن کا متن مختصر ہے مگر جوزبردست معاشرتی افادیت کی حامل ہیں تاکہ عُشاقِ نبی ﷺ

انہیں از بر کر کے از روئے حدیث نبوی زمرۂ علماء میں شامل ہوں اور ان پر عمل پیرا ہو کر معاشرے کو جنت نشاں بنا دیں۔

(وما توفیقی الا باللہ)

احقر العباد

عبداللہ شاہین عفا اللہ عنہ
(سابق پرنسپل) گورنمنٹ ڈگری کالج
حافظ آباد
0300-7521534 #

# اظہارِ تشکّر

خواتین وحضرات! سب تعریفیں اس اللہ پاک کیلئے ہیں جس نے میری سعی وکاوش ''اربعین نبوی ﷺ'' کوقبولیت کا شرف بخشا اور اسے اشاعت کثیرہ سے نوازا۔ میرے اس مجموعہ چہل احادیث کو سب سے پہلے ایک کاروباری ادارہ شیخ جمیل اینڈ سنز ٹرسٹ پلازہ گوجرانوالہ نے فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کیلئے چھاپہ تھا۔ پھر اسلامک پبلکیشنز لاہور جیسے (علمی وادبی) معیاری ادارے نے باراول ۱۹۸۹ء اور باردوم ۱۹۹۳ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد تو متعدد اسلامی انقلابی اور مشنری (نصب العینی) اداروں نے نہ صرف اسے طبع کروایا بلکہ اپنی سالانہ تربیتی نشستوں میں احادیث کے شارٹ کورسز کے طور پہ زیرتربیت خواتین وحضرات اور طلباء کو سبقاً سبقاً پڑھایا، جن میں محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قرآن اکیڈمی اور مولانا گلزار احمد مظاہریؒ اور ان کے فرزند ارجمند وخلف الرشید جناب فرید احمد پراچہ کی علماء اکیڈمی (منصورہ) لاہور شامل ہیں۔

الحمدللہ! اب بارِدگر اسلامک پبلکیشنز کے اربابِ بست وکشاد نے اس کو شائع کرنے کا عندیہ ظاہر کیا ہے تو میں نے ان احادیث کے مجموعہ کو ''قندِ مکرّر'' کے طور پر قدرے تفصیلی و افادی تشریحات اور ایک نئے اضافے بعنوان ''مفت کی نیکیاں'' کے ساتھ از سرِنو ترتیب دیا ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ کی ایسی احادیث کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے جو ''ھینگ لگے نہ پھٹکڑی، رنگ چوکھا آوے'' کے مصداق بلا مشقت ڈھیروں ثواب کا خزانہ ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ، میرے اور تمام قارئین و عاملین کیلئے، اسے صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین!

خادمِ رسول ﷺ

عبداللہ شاہین عفااللہ عنہ

(ریٹائرڈ) ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج

سٹلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ

فون:0547-521665

# انتساب

سید کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے نام جو ہمارے لیے سراجِ منیر بن کر آئے
بقول شاعر

ہر سیاہ رات میں سورج ہیں حدیثیں ان کی
وہ نہ آتے تو زمانے میں اندھیرا ہوتا

# فضیلت واہمیت احادیث

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الا اِنِّی اُوْتِیتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ .... تَمَسَّکُوْ بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ .... فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ .... وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ . (ابوداود، ترمذی)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: خبردار! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل[1] (احادیث بھی) انہیں مضبوطی سے اپنے دانتوں کے ساتھ پکڑلو۔ نیز تمہارے لیے میری سُنّت (یعنی میری حدیثوں پر عمل میرے طریقے کے مطابق) کو تھامنا لازم ہے پس جس نے میری سُنّت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میرے ساتھ ہوگا۔

ا۔ قرآن وحدیث میں صرف یہ فرق ہے کہ قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی ہے۔ قرآن کلام اللہ ہے اور حدیث کلامِ رسول ہے، تاہم احادیث کا مضمون ومفہوم من جانب اللہ ہی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى ﴾

''وہ (نبی اکرم ﷺ) اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتے بلکہ

(ان کا بولنا) اللہ کی وحی سے ہی ہوتا ہے''

﴿۱﴾ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِى اللّٰهِ ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین (نیک عمل) یہ ہے کہ (کسی سے) اللہ کیلئے ہی دوستی ہو اور اللہ کیلئے ہی دشمنی ہو۔

تشریح: محبت ایک شریفانہ جذبہ ہے، بشرطیکہ اس سے فطری کام لیا جائے ورنہ یہی جذبہ محبت بہت سی خرابیوں کا باعث ہو جاتا ہے، اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ دنیادار کسی کے حسن و جمال، ذاتی اغراض یا کسی نفع بخش شے کیلئے باہم محبت کرتے ہیں، لیکن جب مقصد حاصل نہیں ہوتا یا ایک نفع بخش چیز پر بہت سے لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں تو چھینا جھپٹی، حسد بغض اور دنگا فساد تک نوبت پہنچ جاتی ہے اس ٹکراؤ سے بچنے کی اسلام یہ صورت پیش کرتا ہے کہ باہمی محبت اور دشمنی، جس کے بغیر معاشرتی زندگی ناممکن ہے، اپنی ذاتی اغراض کیلئے نہ ہو بلکہ تمہاری دوستی بھی اللہ کیلئے ہو اور دشمنی بھی، اس طرح انسان حق وصداقت اور انصاف کا حامل بن جائیگا اور معاشرے میں امن وسکون کا دور دورہ ہوگا۔

﴿۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ (متفق علیہ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: ایک مومن کو سب سے شدید محبت تو اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔'' بِقَوْلِهٖ تعالیٰ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ‘‘ (البقرۃ۔۱۶۵) یعنی جو مومن ہیں وہ سب سے شدید محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں البتہ مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت سرور کائنات حضور محمد ﷺ ہی سے ہونی چاہیے، یاد رہے کہ محبت دو قسم کی ہوتی ہے ایک طبعی محبت جیسے ماں باپ اور اولاد کی محبت، جس میں انسان مجبور ہے، دوسری عقلی محبت ہے اور وہی یہاں مراد ہے یعنی اگر چہ ایک بات کو جی نہ چاہے لیکن بتقاضائے عقل انسان اپنے آپ کو اس کی طرف مائل کرے، مثلاً کڑوی دوا کھانے کو جی نہیں چاہتا مگر بیمار آدمی زبردستی طبیعت کو راغب کرتا اور دوا کھاتا ہے کیونکہ عقلی طور پر یہ جانتا ہے کہ صحت کا راز اسی میں ہے، اس طرح رسول اللہ ﷺ کے احکام پہ عمل پیرا ہو اگر چہ اس راہ میں کیسی ہی تکالیف پیش آئیں کیونکہ جانتا ہے کہ سلامتی رسول اکرم ﷺ کی اتباع ہی میں ہے، یہ تبھی ممکن ہے کہ تمام رضا مندیوں اور اغراض پہ حضور ﷺ کی رضا مندی کو مقدم رکھے اور تمام محبتوں پر حضور ﷺ کی محبت کو غالب رکھے (آمین!)

﴿۳﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ. (رواہ فی شرح السنۃ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس چیز (دین وشریعت) کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

تشریح: یعنی مکمل قلبی یقین اور طبیعت کی پوری آمادگی کے ساتھ اسلامی شریعت کی پیروی کرے، آپ کے ہر نقش قدم کی جبہہ سائی اور ہر ہر ادا کی نقالی کو اپنے لیے سعادت سمجھے حتیٰ کہ آپ کے اشارۂ چشم وابرو کی تعمیل کو بھی اپنے اوپر لازم کر لے۔

﴿۴﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَانَھَی اللّٰہُ عَنْہُ. (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں۔

تشریح: کامل مسلمان وہ ہے جو اپنی زبان سے نہ کسی کو برا کہہ کر ایذا پہنچائے، نہ کسی کی غیبت اور چغلی کرے اور نہ ہی کسی پر بہتان لگائے، نیز کسی کو ناحق زدوکوب نہ کرے اور ہر اس کام سے رک جائے جس کی ممانعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔

﴿۵﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو برا کہنا فسق اور قتل کرنا کفر ہے۔

تشریح: اس حدیث میں مسلمان کو برا کہنے اور اسے قتل کرنے کی شدت سے ممانعت کی گئی ہے اور اسے گناہ کبیرہ اور ایمان کامل کی نفی قرار دیا گیا ہے قرآن مجید کی سورۂ حجرات آیت نمبر ۱۱ میں ہے۔ " بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ " یعنی ایمان دار کا بُرا نام رکھنا بڑی بُرائی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانی جان کی حرمت اس قدر زیادہ ہے اور قتل انسانی اتنا بڑا جرم ہے کہ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا: " مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا " جس نے کسی انسانی جان کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام نوع انسانی کو قتل کیا۔ لہٰذا سوائے "قصاص اور رجم" کے (یعنی سوائے قتل کا بدلہ قتل یا شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کے) خون انسانی بہانے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

﴿۶﴾ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔ (متفق علیہ)

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ چغل خور

جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تشریح: جو شخص ایک کی بات دوسرے کو پہنچائے اور لگائی بجھائی کے ذریعے جھگڑے اور فساد کا سبب بنے وہ آخرت میں نجات نہیں پائیگا۔

﴿۷﴾ عَنْ اُمِّ کَلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْرًا وَّ یَنْمِیْ خَیْرًا ۔ (متفق علیہ)

روایت ہے ام کلثومؓ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے اور اچھی باتیں کہتا اور ایک دوسرے کو پہنچاتا ہے۔

تشریح: یعنی وہ شخص اللہ کے نزدیک بُرا نہیں ہے جو جھگڑا رفع کرانے اور اصلاح کی خاطر ایک شخص کی طرف سے دوسرے کو بھلی باتیں پہنچاتا ہے، اگر چہ وہ جھوٹ ہی ہوں مثلاً اسلم اور افضل کے درمیان جھگڑا ہے کوئی شخص ایک کی طرف سے دوسرے کو یہ باتیں پہنچاتا ہے کہ وہ تمہیں سلام کہتا ہے، تمہاری تعریف کرتا ہے اور تمہاری دوستی کا دم بھرتا ہے تو اس پر جھوٹ کا اطلاق نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو صلح بہت پسند ہے، چنانچہ قاعدہ کلیہ تو یہ بیان فرمایا کہ "وَالصُّلْحُ خَیْرٌ" یعنی صلح صفائی بہر حال اچھی ہے اور سورہ حجرات آیت نمبر ۱۰ میں تفصیلاً فرمایا: "اِنَّمَا الْمُوْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْ بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ" یعنی مسلمان بھائی بھائی ہیں اس لیے اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔

﴿۸﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَمَتَ نَجَا ۔

(ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خاموش رہا وہ نجات پاگیا۔

تشریح: دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "آدمی کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ وہ بے فائدہ باتوں کو ترک کردے۔ جن کی تفصیل یہ ہے کہ انسانی کام اور اعمال تین قسم کے ہیں۔

۱۔حلال: جنھیں کرنے کی اللہ نے اجازت دی ہے"۔ چنانچہ یہ نیکی اور ثواب کے کام ہیں۔

۲۔حرام: جن سے اللہ نے منع کیا ہے چنانچہ یہ گناہ اور سزا کے مستوجب ہیں۔

۳۔مباح: جنھیں کرنے نہ کرنے پر عذاب و ثواب نہیں ہے۔البتہ یہ بے فائدہ کام وقت کا ضیاع (Time Killing) ہونے کی وجہ سے مومن کا بہت بڑا نقصان ہیں۔ مثلاً فضول کھیلیں جیسے کرکٹ وغیرہ کھیلنا۔ دیگر حدیث میں ہے کہ ایک انسان کے (دین) اسلام کی خوبی اس میں کہ وہ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دے، اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک صحابیؓ فوت ہوگیا تو کہا گیا تجھے جنت کی خوش خبری ہو، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تمہیں کیا معلوم کہ اس سے کوئی بے فائدہ کام یا کلام ہوا ہو؟ غالباً اسی حکمت کے باعث آپ ﷺ نے فرمایا ہے"چپ رہنے سے جو مقام انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، بہر حال خاموش رہنے سے مراد فضول گفتگو سے اجتناب ہے ورنہ بوقت ضرورت حکیمانہ بات کرنا تو لازمی ہے مثلاً انسان کوئی بری بات دیکھے یا سنے تو اسے زبان سے روکنا ضروری ہے البتہ ادھر اُدھر کی گفتگو اور خوش گپیوں میں وقت گزارنا سراسر خسارہ ہے چنانچہ حدیث میں ہے خیر کا سکھلانا چپ رہنے سے بہتر ہے اور برائی سکھلانے کی نسبت خاموش رہنا بہتر ہے۔

﴿۹﴾ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللهِ ﷺ لَيْسَ الْمُوْمِنُ بِالطَّعَّا نِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیّ۔ (ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیائی کی باتیں کرنے والا اور مبالغہ، آمیزی کرنے والا نہیں ہوتا ہے۔

تشریح: یعنی کامل مومن وہ ہے جو کسی کو طعنے نہیں دیتا کہ یہ جاہلیت کی علامت ہے اور طعنوں سے سینے چھلنی ہو جاتے ہیں جو کبھی مندمل نہیں ہوتے۔ طعنہ کی شدت کا اندازہ اس

بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بتقاضائے بشریت ایک دفعہ آپ ﷺ کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ کو جو چھوٹے قد کی تھیں، ٹھگنی کہہ دیا اس پر آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا: تو نے ایسی بڑی اور بُری بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملایا جائے تو اس کے پانی کا رنگ بدل جائے اسی طرح ایک مومنہ عورت یا مومن مرد لعنت ملامت کرنے والا بھی نہیں ہوتا کہ لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا نام ہے، اور جس پر لعنت ڈالی جائے اگر وہ لعنت کا مستحق نہ ہو تو لعنت، لعنت ڈالنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔ نیز وہ دوسروں کو خوش کرنے کیلئے مبالغہ آمیز لطیفہ گوئی بھی نہیں کرتا کہ یہ چیز ہلاکت میں ڈالنے والی ہے، جبکہ ہم لطیفہ گوئی کو ایک فن سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے ''ایک آدمی لوگوں کو ہنسانے کیلئے ایک بات کرتا ہے، اس کی وجہ سے آسمان وزمین کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ دور دوزخ میں جا گرتا ہے'' اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کیلئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کیلئے (ذہن سے گھڑی ہوئی) جھوٹ بات بیان کرتا ہے (یعنی لطیفہ گوئی کو مشغلہ بناتا ہے)۔

﴿۱۰﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی برائیوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔

تشریح: ہمسائے کے حقوق بہت زیادہ ہیں ایک دوسری حدیث کے مطابق جبرائیل ہمیشہ حضور ﷺ کو ہمسائے کے حقوق کی محافظت کی تاکید کرتے تھے، چنانچہ جو شخص ہمسائے کے حقوق کی ادائیگی کے بجائے اپنی شرارتوں سے اسے تنگ کرتا ہے اس کیلئے اس حدیث میں سخت وعید ہے، جس کی شدت کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک عورت کا ذکر فرمایا: جس کے کثرت سے نماز پڑھنے،

روزے رکھنے اور خیرات کرنے کا چرچا تھا لیکن وہ اپنی زبان درازی سے اپنے ہمسائیوں کو بہت تکلیف دیتی تھی چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے جہنمی ہونے کی وعید سنائی، جبکہ ایک دوسری عورت ہے جس کا ذکر کم نماز پڑھنے، کم روزے رکھنے اور کم خیرات کرنے سے کیا گیا مگر وہ ہمسائیوں کو تکلیف نہیں دیتی تھی اسے آپ ﷺ نے جنتی فرمایا۔

﴿۱۱﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنَّانٌ وَّلَا عَاقٌّ وَّلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ ۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احسان جتانے والا، والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تشریح: "منّان" کچھ دے کر احسان جتانے والے کو کہتے ہیں۔ یہ بہت اذیت ناک بات ہے اس سے صدقات کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶۴ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، "لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی" یعنی احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات کو ضائع نہ کرو۔ بلکہ کسی کو کچھ دینے کے بعد یہ کیفیت ہونی چاہیے کہ "لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَاءً وَّلَا شُکُوْرًا"، یعنی ہم تم سے احسان کا بدلہ نہیں چاہتے اور نہ ہی شکر کے طالب ہیں۔ (الدھر۔۹)

"عاق" والدین کے نافرمان کو کہتے ہیں جو ان کی خدمت کرنے کے بجائے انہیں اذیت پہنچاتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ والدین اولاد کی جنت یا جہنم ہیں گویا ان کی اطاعت کرے تو جنت میں جا سکتا ہے اور حکم عدولی سے دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ البتہ اس میں استثنیٰ ہے جس کی دو صورتیں ہیں:

اوّلاً "لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ" یعنی اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی تابع فرمانی نہیں کی جا سکتی' کے اصول کے تحت شریعت اسلامیہ کی مخالف باتوں میں والدین کا کہا نہیں ماننا۔

ثانیاً فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ (العنکبوت۔۸)

''اگر تیرے والدین اس بات میں جھگڑا کریں کہ تو میرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرائے تو ان کا کہنا نہ ماننا'' کے اصول کے مطابق اللہ کی ذات، صفات اور احکام میں کسی کو شریک نہیں کرنا خواہ والدین ہی حکم دیں نیز وہ عادی شرابی جو توبہ کیے بغیر مر جائے وہ بھی اسی سزا کا مستحق گردانا گیا ہے اور جنت میں داخل نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ناجی مسلمانوں کی طرح براہ راست جنت میں داخل نہ ہوں گے بلکہ پہلے اپنے گناہوں کی سزا بھگتیں گے۔

﴿۱۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ (ستونوں) پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور (بیت اللہ کا) حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

**تشریح:** ارکان اسلام میں سرفہرست کلمہ شہادت پڑھنا ہے (جس سے انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے) یعنی توحید و رسالت کی گواہی دینا، جس کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ توحید ربوبیت: یعنی ہر چیز کا بنانے اور پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے قائل مشرکین مکہ بھی تھے چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ المومنون کی آیات نمبر ۸۴ تا ۸۷ میں ہے، '' قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا '' (کہو زمین اور جو کچھ اس میں ہے، سب کس کا ہے؟) '' ..... لَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهِ '' (فوراً کہہ دیں گے، اللہ کا ہے) ''..... قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ '' (کہو کہ سات

آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟)۔" سَیَقُوْلُوْنَ اللہِ " (فوراً کہہ دیں گے، اللہ ہی ہے) " قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ " (کہو تمہیں رزق کون دیتا ہے؟) " ... سَیَقُوْلُوْنَ اللہِ " (فوراً کہہ دیں گے، اللہ)

۲۔ توحید الوہیت: یعنی فقط اللہ ہی " اِلٰـهَ " (معبود) ہے، اس کی ذات، صفات اور احکام میں کوئی نبی، ولی، فرشتہ، جن یا دیوتا دیوی شامل نہیں ہے، اسی بات میں اہل مکہ کا پیغمبر اسلام سے جھگڑا تھا اور وہ کہتے تھے " اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا " (ص۔۵) (کیا اس (نبیؐ) نے اتنے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا ڈالا؟) حالانکہ حج کے موقع پر تلبیہ پڑھتے ہوئے وہ بھی " لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ " ہی کہتے تھے۔ البتہ مزید کہتے " اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُهٗ وَمَا مَلَکَ " یعنی سوائے ان ہستیوں کے جنھیں عطائی اختیارات حاصل ہیں جبکہ وہ بھی تیری ہی ملکیت ہیں۔ جب مشرکینِ مکّہ تلبیہ میں یہ اضافی کلمات پڑھنے لگتے تو پیغمبر اسلام ﷺ ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی اختیارات عطا نہیں کیے ہیں اور نہ ہی اپنے اختیارات میں کسی کو شریک کیا ہے، قرآن مجید کی سورۂ انعام اور سورۂ یوسف میں واضح فرمان ہے، " اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ " اور یہ کہ " لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ " (اعراف۔۵۴) یعنی حکم اللہ کا ہی چلتا ہے کیونکہ باقی سب مخلوق ہیں، جن پر حکمرانی صرف خالق کی ہے۔

کلمہ شہادت کا دوسرا جز "ختم نبوت" کی گواہی دینا ہے، یعنی حضرت محمد ﷺ "اللہ کے بندے" اور "آخری رسول" ہیں اس میں بھی اولین آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار ہے۔

پیش نظر رہے کہ شہادت رسالت کے سلسلہ میں اکثر و بیشتر قوموں نے ٹھوکر کھائی ہے، کچھ نے رسولوں (علیہم السلام) کو محض اللہ کے بندے مانا اور رسول ماننے سے انکار کر دیا، جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۶ میں ہے، " کَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ

رُسُلُهُم بِالبَیِّنٰتِ فَقَالُوا اَبَشَرٌ یَّھدُونَنَا ‘‘ ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے کہا کہ کیا انسان ہمارے ہادی بنیں گے؟ اسے محال جانا کہ انسان پیغمبر ہوسکتا ہے اور انہی جیسے ایک آدم زاد کے ہاتھ پر انہیں بفحوائے عبارت قرآنی ’’قَالُوا مَا اَنتُم اِلَّا بَشَرٌ مِّثلُنَا وَمَا اَنزَلَ الرَّحمٰنُ مِن شَیئٍ ‘‘ (سورۂ یٰسین ۔۱۵) یعنی ان کا کہنا یہ تھا کہ تم چونکہ انسان ہو، اس لیے اللہ کے بھیجے ہوئے رسول نہیں ہو سکتے ۔ اس کے برعکس جنھوں نے انبیاءُ اللہ کو رب تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تسلیم تو کیا لیکن انھوں نے رسولوں (علیہم السلام) کو انسان ماننے سے انکار کر دیا اور غلو کرتے ہوئے انہیں اللہ کا اوتار، جز اور اَبناءُ اللہ بنا دیا ۔ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ’’مسیح ابن اللہ‘‘ اور یہود نے عزیر علیہ السلام کو ’’عزیر ابن اللہ‘‘ یعنی خدا کے بیٹے کہنا شروع کر دیا، حالانکہ تمام انبیاء سابقین نے واضح طور پر کہا ۔ ’’ قَالَت لَھُم رُسُلُھُم اِن نَّحنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثلُکُم وَلٰکِنَّ اللہَ یَمُنُّ عَلٰی مَن یَّشَاءُ مِن عِبَادِہٖ ‘‘ (سورۂ ابراہیم ۔۱۱) (ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ’’بندوں‘‘ میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے ) ۔ کچھ یہی معاملہ پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ بھی ہوا ہے کہ اہل مکہ اور اہل کتاب آپ ﷺ کو محض اللہ کا ’’بندہ‘‘ مانتے تھے اور اللہ کا رسول ماننے سے انکاری تھے، اور بعض امتی آپ ﷺ کو بشر اور انسان ماننے سے متردد ہیں ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی واضح اور محکم آیات میں آپ ﷺ کے ’’بنی نوع انسان‘‘ ہونے کا اعلان فرمایا: مثلاً ’’قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثلُکُم ‘‘ (سورۂ کہف ۔۱۱۰) یعنی اے نبی ﷺ کہہ دیجئے میں انسان اور بشر ہونے کے ناتے تمہاری طرح آدم زاد ہی ہوں، (البتہ آپ ﷺ کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں ) نیز یہی بات آپ ﷺ نے خود اپنی حدیث کے ذریعہ سمجھائی ہے کہ ’’ لَا تُطرُونِی کَمَا اَطرَتِ النَّصَارٰی اِبنَ مَریَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبدُہٗ فَقُولُوا : عَبدُاللہِ وَرَسُولُہٗ ‘‘ (بخاری) میری تعریف میں غلو اور مبالغہ آمیزی سے کام مت لو، جس طرح

عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کی تعریف میں غلو اور مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ (کہ اسے " اِلٰہ" اور "اِبنُ اللہ" قرار دیا)۔ میں اللہ کا بندہ ہی ہوں تم میرے بارے میں یہ کہو کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

شہادت توحید و رسالت کے بعد دوسرا رکن نماز ہے جس کی باقاعدہ پنجگانہ ادائیگی دائرہ اسلام میں موجود رہنے کیلئے ناگزیر ہے، چنانچہ دوسری حدیث میں ہے۔" بَینَ العَبدِ وَبَینَ الکُفرِ تَرکُ الصَّلوٰۃِ" یعنی نماز کو چھوڑ دینا "بندگی" سے نکال کر "کفر" تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں نماز کی اہمیت و فرضیت کے بارے میں ہے۔" مَن تَرَکَهَا فَقَد کَفَرَ" (جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے کفر کیا) رسول اکرم ﷺ کا طرز عمل اور عقیدہ یہ تھا کہ " کَانَ اَصحَابُ رَسُولِ اللہِ ﷺ لَا یَرَونَ شَیئًا مِنَ الاَعمَالِ تَرکُهُ کُفرٌ غَیرَ الصَّلوٰۃِ" یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نماز کو چھوڑ دینا کفر سمجھتے تھے۔

اسلام کا تیسران رکن سال بھر میں ایک مہینہ "ماہ رمضان" کے روزے رکھنا ہے۔ یعنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک (From dawn to sunset) کھانے پینے سے رک جانا ہے۔ لیکن کامل روزے کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا" کَم مِن صَائِمٍ لَیسَ لَهُ مِن صِیَامِهِ اِلَّا الظَّمأُ" (کتنے ہی روزہ دار ہیں جن کو روزہ رکھنے سے سوائے بھوک پیاس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا)۔ جس کی وجہ آپ ﷺ نے یہ بتائی کہ " مَن لَّم یَدَع قَولَ الزُّورِ وَالعَمَلَ بِهِ فَلَیسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِی اَن یَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ" (جس نے جھوٹ بولنا اور برے کام کرنا نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے) لہٰذا "روزہ" کی کاملیت یہ ہے کہ نہ صرف بظاہر کھانے پینے جیسی حلال چیزوں کو صبح سے شام تک چھوڑ دیا جائے بلکہ اس دوران میں تمام حرام کاموں (معاشی، معاشرتی اور اخلاقی برائیوں) کو بھی ترک کر دیا جائے۔

اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے جس کی ادائیگی اس قدر لازمی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا

خلاصۂ فرمان یہ ہے کہ انسانی اعمال کے حساب کتاب کیلئے مقرر قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اس دن سونے چاندی کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کیلئے وہ جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا جس سے اس سیم وزر کے مالک کی پیشانی پہلوؤں اور پیٹھ کو داغا جائیگا، ڈھور ڈنگر اور مویشی جیسے اونٹ، گھوڑے، گائے اور بکریاں وغیرہ جن کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہوگی، ان کے مالکوں کو ہموار میدان میں لٹایا جائیگا اور یہ مال مویشی ان کو ماریں اور لتاڑیں گے، اسی طرح دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہوگی وہ گنجا سانپ بنا کر مالک مال کے گلے میں ڈالا جائے گا اور وہ سانپ صاحب مال کی باچھوں کو کاٹے گا، نیز خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نزدیک زکوٰۃ کی عدم ادائیگی ترک صلوٰۃ کی طرح کفر تھا، آپؓ کا فرمان تھا "لَاُ قَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ" ہم اسے قتل کردیں گے جو نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت میں فرق کریگا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کلمہ گو منکرین زکوٰۃ کے خلاف آپؓ نے جہاد کیا یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ ادا کرنے لگے اور پورے پورے اسلام میں لوٹ آئے۔

اسلام کا پانچواں رکن "حج" ہے، جس کی ادائیگی سواری اور سفر خرچ رکھنے والے پر زندگی میں ایک مرتبہ لازمی ہے، صاحب استطاعت کیلئے حج کی ناگزیر ادائیگی کا اندازہ اس فرمان رسول ﷺ سے لگائیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص زادِ راہ اور سواری کا مالک ہے جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے مگر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔ اس کے برعکس فرض حج ادا کرنے والے کیلئے آپ ﷺ کی اتنی بڑی خوش خبری ہے کہ "جو شخص اللہ کیلئے حج کرے اس دوران بیوی سے حاجت پوری نہ کرے، گناہوں کے کام لڑائی جھگڑا جیسے گناہ کے کام نہ کرے تو وہ (گھر) لوٹتا ہے گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

مذکورہ بالا پانچوں اسلام کے ستون ہیں۔ تاہم کسی عمارت کی بنیادیں اور ستون چاہے

کتنے ہی مضبوط ہوں جب تک ان ستونوں پر چھت نہ ڈالی جائے، عمارت مکمل نہیں ہو سکتی، چنانچہ مذکورہ بالا پانچوں باتیں جن کا تعلق عبادات سے ہے اور جو بمنزلہ ستونوں کے ہیں جب تک ان پہ (معاشی، سماجی، سیاسی معاملات) کی چھت نہ ڈالی جائے، اسلام کی عمارت مکمل نہیں ہوگی۔ لہٰذا عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات و اخلاقیات پر عمل پیرا ہونے سے ہی دین اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔

﴿۱۳﴾ "عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" (احمد)

حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جنت کی چابی ہے۔

تشریح: ایک روایت میں ہے کہ حضرت وہب بن منبہؒ نے لوگوں کو نیک اعمال کی ترغیب دی تو لوگوں نے یہی حدیث بطور دلیل پیش کی اور کہا کہ جنت کا دروازہ کھلنے کیلئے یہی کلمہ طیبہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" پڑھنا کافی ہے آپؒ نے فرمایا بے شک یہ کلمہ جنت کی چابی ہے۔ لیکن چابی کے دندانے ہوتے ہیں، پس اگر تمہارے پاس دندانوں والی چابی ہوگی تو دروازہ کھلے گا وگرنہ نہیں (بخاری)

یاد رہے کہ دندانوں سے مراد نیک اعمال ہیں یعنی زبان سے کلمہ طیبہ کا اقرار کرے، دل سے تصدیق کرے اور توحید خالص و ختم نبوت کی شہادت ان تمام تر تفصیلات و جزئیات کے ساتھ دے جن کا مفصل بیان حدیث نمبر ۱۲ (پانچ ارکان اسلام سے متعلق حدیث) کی تشریح میں ہوا ہے۔ اور برضا و رغبت اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہو، نیز جنت کی کنجی سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آخر کار جنت میں ہی داخل ہوگا لیکن براہ راست ناجی مسلمانوں کے ہمراہ نہیں بلکہ اپنی بے عملی یا بدعملی کی سزا بھگتنے کے بعد داخل ہوگا اور یہی مراد ان تمام حدیثوں سے ہے جن میں محض کلمہ گوئی پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

﴿۱۴﴾ " عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ " (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندے اور کفر کے درمیان (نماز اور) ترک نماز کا فرق ہے۔

تشریح: یعنی نماز مسلمان بندے اور کفر کے درمیان ایک دیوار کے مانند ہے کہ مسلمان بندہ اس کے سبب کفر تک نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن جب نماز چھوڑ دی تو گویا دیوار گرادی جس کے سبب مسلمان بندہ کفر کو پہنچ جاتا ہے۔ یعنی قریب ہے کہ وہ کافر ہو جائے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تارکِ نماز واجب القتل ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسے مارنا اور قید کرنا چاہیے جب تک کہ نماز نہ پڑھنے لگے۔

﴿۱۵﴾ " عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ " (بیہقی)

" حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے بزرگ افراد وہ ہیں جو قرآن کے اٹھانے والے (یعنی حافظ قرآن) اور رات والے (یعنی شب بیدار، تہجد گزار) ہیں۔

تشریح: یعنی میری امت کے وہ لوگ بزرگ اور مکرم ہیں جو قرآن کو حفظ کریں اور اس کے مطابق عمل بھی کریں لیکن جن کو کتاب اللہ یاد تو ہو پھر اس کے اوامر ونواہی پر عمل نہ کریں تو ان کو کچھ فائدہ نہیں اور ان کی مثال ایسے ہے جیسے گدھے پر کتابیں لادی ہوں۔ عوام الناس کے زبان زد عام یہ بات تو ہے کہ حافظ قرآن کے والدین کو قیامت کے دن سونے کا تاج پہنایا جائے گا اور یہ کہ حافظ قرآن اپنے گھر والوں میں سے دس کی شفاعتِ مقبول کرے گا۔ (شاید انہیں فضائل کے پیش نظر والدین ووق شوق سے اپنے بچوں کو قرآن مجید حفظ کراتے ہیں) لیکن انہیں ان حدیثوں کا مکمل متن معلوم اور مستحضر نہیں ہے جو حسب ذیل ہے:

"مَنْ قَرءَ الْقُرْاٰنَ وَ عَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهُ اَحْسَنَ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ .... فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا ؟" (احمد، ابوداود)

جو شخص قرآن پڑھے اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل بھی کرے۔ اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی جب والدین کا یہ حال ہے! تو تمہارا اس شخص (کی فضیلت) کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔ جس نے قرآن کے احکام پر عمل بھی کیا ہوگا۔ اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوشخبری تو قرآن مجید پڑھنے پر ہی مل رہی ہے خواہ حفظ ہو یا ناظرہ کیونکہ متن حدیث میں الفاظ ''قرء القرآن'' ہیں یعنی ''قرآن کو پڑھا'' البتہ شرط قرآن پر عمل کرنے کی ہے۔ اگر محض طوطے کی طرح رٹ لیا یا ترجمہ سمجھے بغیر ساری زندگی قرأت ہی کرتا رہا اور قرآن کے احکام کو عمل کا حصہ نہ بنایا تو یہ فضیلت نہیں ہے بلکہ قرآن پاک الٹا اس کے خلاف اللہ کی عدالت میں دعویدار بن کر کھڑا ہو جائے گا۔ بحوالہ الفاظ حدیث " حُجَّةٌ عَلَيْكَ ....." یہ قرآن بے عملوں کے خلاف دلیل بن جائے گا۔ البتہ اگر قرآن کے اوامر ونواہی کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنا لے تو نہ صرف والدین کو سونے کا تاج پہنایا جائے گا بلکہ قرآن کے باعمل قاری کو کئی گنا فضیلتیں اور انعامات دیئے جائیں گے۔ جیسے حدیث میں ہے:

"يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَأُهَا" (احمد، ترمذی، ابوداود، نسائی)[1]

---

[1] ترتیل کہتے ہیں قرآن مجید کو حسنِ قرأت، حسنِ آواز، اعراب اور تجوید کا لحاظ رکھتے ہوئے (قرآن کے الفاظ کا کترا کرنے کی بجائے) ٹھہر ٹھہر کر صحیح تلفظ کے ساتھ الفاظ کی مکمل ادائیگی سے مزے لے لے کر قرآن کو پڑھنا۔ البتہ راگ رنگ اور پر تکلف بناوٹی آوازیں نکالنے کی اجازت نہیں جیسے بعض قراء گیت کے زیر و بم کی طرح اور کانوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر پورے زور سے کبھی انتہائی اونچی اور کبھی انتہائی نیچی آوازیں نکالتے ہیں۔ حدیث رسول ﷺ ہے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۴ پر)

صاحب قرآن سے کہا جائیگا، قرآن پڑھتا جا اور (جنت کے درجے) چڑھتا جا اور ترتیل کے ساتھ قرآن کو پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر قرآن کو (سجا بنا کر) پڑھتا تھا۔ تیری بلند ترین منزل آخری آیت پڑھنے تک ہے لیکن ساتھ ہی قرآن کو بھلا دینے والے کیلئے سخت وعید بھی ہے۔ حدیث رسول ﷺ میں ہے:

"مَامِنِ امْرِیٍٔ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ یَنْسَاہُ اِلَّا لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَجْذَمَ"

(ابوداؤد، دارمی)

وہ شخص جو قرآن کو پڑھتا ہو۔ پھر اس کو بھول جائے وہ قیامت کے دن اللہ سے کوڑھی ہو کر ملاقات کرے گا۔ اسی طرح شفاعت کرنے والے حافظ قرآن کے بارے میں حدیث کی تفصیل یہ ہے:

"مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْھَرَہٗ فَاَحَلَّ حَلَالَہٗ وَحَرَّمَ حَرَامَہٗ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَ شَفَّعَہٗ فِیْ عَشْرَۃٍ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ کُلُّھُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَہُ النَّارُ"

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

جس نے قرآن کو پڑھا پس اسے یاد کیا پھر اس (میں بیان کردہ حلال چیزوں) کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا اللہ اس کو جنت میں داخل کریگا اور وہ گھر کے ایسے دس افراد کے بارے میں اس کی سفارش قبول کرے گا جن کیلئے دوزخ واجب ہو چکی ہوگی۔ قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ باعمل حافظ قرآن کیلئے کتنی بڑی خوشخبری اور خوش نصیبی ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ) "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِقْرَءُ الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِھَا وَاِیَّاکُمْ لُحُوْنَ اَھْلَ الْعِشْقِ لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ مَفْتُوْنَۃٌ قُلُوْبُھُمْ" (بیہقی، رزین)

"اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کہ قرآن کو اہل عرب (مکہ اور مدینہ کے قاریوں) کے انداز اور آواز کے مطابق پڑھو اور عشق (کا دعویٰ کرنے) والوں کے انداز اور طریقوں سے بچو!۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا' ان کے دل فتنے میں پڑے ہوئے ہیں۔

(بعض نوجوان حفاظ نے تو داڑھی کو کھیل بنا رکھا ہے۔ نماز تراویح میں قرآن مجید سنانے کیلئے رمضان سے چند دن قبل خشی خشی علامتی داڑھی رکھ لیتے ہیں اور عید کا چاند نظر آتے ہی داڑھی منڈوا دیتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

اپنے افراد خانہ میں سے دس جہنمیوں کو سفارش کے ذریعہ جنت میں لے جائیگا۔لیکن ایسے حفاظ قرآن جنھوں نے صرف قرآن کو ''رٹا'' ہوا ہے اور اس کو اپنے کردار کا حصہ ہی نہیں بنایا یہاں تک اپنے چہروں سے نبی اکرم ﷺ کی سنت کو بھی منڈوا رکھا ہے۔قرآن ان کے صرف ''زبان زد'' ہے، ان کیلئے یہ فضیلت نہیں ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی وعید ہے کہ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا بلکہ ان کے دل فتنے میں پڑے ہوئے ہیں۔لٰہذا آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔

'' اَعْرِبُو الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْ ا غَرَائِبَهٗ وَغَرَائِبُهٗ فَرَائِضُهٗ وَحُدُوْدُهٗ ''

قرآن کو سمجھ کر پڑھو اور اس کے غرائب وحدود کی پیروی کرو۔اور اس کے غرائب اس میں بیان کردہ فرائض وحدود ہیں۔ (مشکوۃ۔باب فضائل قرآن)

نیز '' اَصْحَابُ اللَّيْلِ '' بھی امت مسلمہ کی ''اشرافیہ'' میں شامل ہیں یعنی وہ صاحبان بھی بزرگی کے حامل ہیں جو تہجد کی نماز پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔اس لیے کہ '' صلّٰی بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ''

(جب لوگ سو رہے ہوتے تو وہ نماز پڑھا کرتے تھے ) لٰہذا جنت میں ان کیلئے بالا خانے ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے معلوم ہوتی ہیں اور اندر کی چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں۔انہیں اپنے رب کا قرب حاصل ہے اور جب وہ رات کو نماز کی ادائیگی کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوتا اور ان کو دیکھ کر مسکراتا ہے۔ایسے ہی بندوں کے بارے میں خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ سحر کے وقت اپنی شان کے مطابق آسمان دنیا پہ نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔مجھ کو پکارو! میں دعا قبول کروں گا، مجھ سے حاجات مانگو! میں دوں گا، مجھ سے بخشش طلب کرو! میں بخش دوں گا..... یہاں تک کہ فجر پھوٹ پڑتی ہے۔

﴿۱۶﴾ '' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِىْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ '' (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بدکلامی اور بدعملی نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تشریح: یعنی روزہ دار کیلئے صرف کھانا پینا ترک کرنا ہی کافی نہیں بلکہ ہر قسم کا برا قول وفعل چھوڑ دینا لازم ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اس کے روزے کو نظر قبولیت سے نہیں دیکھتا۔ یاد رہے کہ روزہ دار تو کھانے پینے جیسی حلال چیزیں بھی ترک کردیتا ہے لیکن اگر وہ مکروہ اور حرام چیزوں مثلاً جھوٹ، چغلی، غیبت اور گالیوں وغیرہ سے نہ رکے تو روزہ کا ہے کا ہوا؟ لہٰذا کامل روزہ کیلئے ایسی تمام بُری باتوں اور کاموں کو چھوڑنا ضروری ہے۔

﴿۱۷﴾ " وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَكُوْنُ كَنْزُ اَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ يَفِرُّ مِنْهُ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُلْقِمَهٗ اَصَابِعَهٗ " (احمد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ ہوگا۔ اس کا مالک اس سے بھاگے گا اور وہ اسے ڈھونڈتا ہوگا یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کو کاٹ کھائیگا

تشریح: "خزانہ" سے مراد وہ جمع شدہ مال ہے جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی گئی (تمام حرام اموال بھی اسی حکم میں شامل ہیں) اور ذخیرہ کیا ہوا مال بشکل سانپ مالک کی انگلیاں اس لیے کاٹ کھائے گا کہ انہی ہاتھوں سے مال کما کر جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی۔

﴿۱۸﴾ " وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ " (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص محض اللہ کیلئے حج کرے پس نہ جماع کرے اپنی بیوی سے اور نہ گناہ کا کام کرے تو وہ اس طرح گھر لوٹتا ہے جیسے اسی روز اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔

تشریح: محض اللہ کیلئے حج کرے یعنی اسی کی رضا مقصود ہو۔ دکھانے یا سنانے یا کسی اور

غرض کے پیش نظر حج نہ کرے، اور حالت احرام میں بیوی سے جماع نہ کرے، البتہ احرام کھول کر بیوی سے مجامعت کرسکتا ہے۔

"رَفَث" کے معنی ہیں صحبت کرنا، کلام فحش بکنا اور عورتوں سے شہوانی گفتگو کرنا اور فسق نہ کرے یعنی گناہ کبیرہ نہ کرے اور گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کرے بلکہ توبہ کرے۔ مختصر یہ کہ جو کوئی خالص اللہ کی رضا کیلئے حج کرے اور اس میں جماع اور کلام بد نہ کرے اور نہ ہی گناہ کا ارتکاب کرے تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر گھر واپس لوٹتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے:" لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ " (البقرۃ۔۱۹۷) "رفث" سے مراد جماع ہے۔ چنانچہ احرام کی حالت میں "جماع" اور اس کے تمام متعلقات حرام ہیں۔ جیسے مباشرت اور بوسہ لینا وغیرہ۔ نیز ان باتوں کا عورتوں کی موجودگی میں ذکر کرنا بلکہ مردوں کے مجمعوں میں بھی ایسی باتیں کرنے کو "رفث" میں شامل کیا گیا ہے۔

"رفث" کا ادنیٰ درجہ فحش باتیں کرنا، دبی زبان سے یا اشاروں کنایوں میں جماع کا ذکر کرنا، اپنی بیوی سے کہنا کے احرام کھل جائے تو جماع کریں گے، چھیڑ چھاڑ کرنا، مساس کرنا وغیرہ یہ سب باتیں حرام ہیں

"فسوق" کا معنیٰ عصیان و نافرمانی، شکار کرنا اور گالی گلوچ، بدزبانی وغیرہ ہے۔ اللہ کے سوا دوسروں کیلئے جانوروں کو ذبح کرنا بھی فسق ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں: یہاں فسق سے مراد وہ کام ہیں جو احرام کی حالت میں منع ہیں جیسے شکار کھیلنا، بال منڈوانا یا کتروانا، ناخن لینا وغیرہ۔ مختصر یہ کہ ہر گناہ کے کام سے روکا گیا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ حج میں "جدال" (جھگڑا) نہیں یعنی حج کے وقت اور حج کے ارکان میں جھگڑا نہ کرو۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ حج کے سفر میں باہم نہ جھگڑو، نہ ایک دوسرے کو غصہ دلاؤ، نہ کسی کو گالیاں دو حتیٰ کہ غلام تک کو بھی ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ نہ کرو۔ گویا ہر بُرائی سے روکا گیا ہے کہ نہ تو کوئی بُرا کام کرو اور نہ بُری بات کہو!

﴿۱۹﴾ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ" (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک عالم شخص، شیطان کیلئے ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

تشریح: علماء، عابدین پر اس لیے بھاری ہیں چونکہ شیطان جب لوگوں پر نفسانی خواہشات کے دروازے کھولتا ہے (جن کی تفصیل علامہ ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں لکھی ہے) تو عالم پہچان لیتا ہے اور ان شیطانی حربوں کا دفاع ان کو بتا دیتا ہے، اس کے برعکس ایک عابد محض اکثر عبادت میں مشغول رہتا ہے اور شیطان کے ہتھکنڈوں کو نہیں جانتا حالانکہ بعض اوقات وہ خود شیطان کے جال میں پھنسا ہوتا ہے۔

شیطان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "يَجْرِىْ مَجْرَى الدَّمْ" وہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ (قدیم دور میں اس کی مثال انسانی جسم میں "سانس" کی آمد و رفت تھی اور جدید دور میں "بجلی کا کرنٹ" کہ نظر بھی نہیں آتا اور چھونے سے جسم میں سرایت کر جاتا اور رگ و ریشے میں دوڑ جاتا ہے)۔ چنانچہ شیطان بڑا گھاگ اور خرانٹ ہے، وہ ہر شخص کی کمزوریوں پہ نظر رکھتا ہے۔ وہ ایسا احمق نہیں کہ سخی آدمی کو بخل اور کنجوسی پہ آمادہ کرے، وہ اسے اسراف اور تبذیر یعنی فضول خرچی کی دعوت دے گا، بے جا اور بے محل خرچ کرنے پر اکسائے گا، وہ ایک نازک مزاج آدمی کو قتل و غارت، دھینگا مشتی اور لڑائی مار کٹائی پر آمادہ نہیں کرے گا کیونکہ اس نازک طبع شخص میں یہ صلاحیت ہی نہیں وہ اس شاعرانہ مزاج، دھان پان آدمی کو حسن پرستی اور شراب نوشی کا رسیا بنائے گا، علی ھذا القیاس چنانچہ مذکورہ بالا "تلبیس ابلیس" کتاب میں مندرج بنی اسرائیل قوم کے راہب کا واقعہ تو ہے ہی[1]

---

۱۔ تلبیس ابلیس از علامہ ابن جوزیؒ باب سوم "ابلیس کی مکاری، چالوں اور فتنوں سے بچنے کی تاکید کا بیان۔

(جو اپنے معبد میں کثرت سے اللہ کی عبادت میں محو رہتا تھا، پھر جہاد پہ جانے والے تین بھائیوں کی اکلوتی کنواری بہن کو کھانا پہنچانے کی ذمہ داری بادل نخواستہ قبول کر لی۔ اول اول اس کی دہلیز تک کھانا پہنچا کر واپس اپنی خانقاہ میں آجاتا مگر بعد ازاں شیطان کے وسوسہ اور ترغیب پر اس لڑکی کو تنہائی کی وحشت سے بچانے کیلئے وہاں رکنے اور نرم وشیریں باتیں کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اس سے ملوث ہو گیا اور پھر اپنے گناہ کو چھپانے کیلئے اس کے قتل تک کا مرتکب ہو گیا) میں یہاں اپنے مشاہدہ کا جیتا جاگتا واقعہ بیان کرتا ہوں۔

میرے پرائمری سکول کے ایک انتہائی عبادت گزار استاد تھے، ان کے ایک قریبی دوست بسلسلہ سرکاری ملازمت دوسرے شہر ٹرانسفر ہو گئے، ان کی بیوہ والدہ جنہیں استاد صاحب ''بے جی'' [1] کہا کرتے تھے گھر میں اکیلی رہ گئی، استاد صاحب نے اسے سامان خورد ونوش پہنچانے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ مگر اہل محلّٰہ ششدر رہ گئے جب انکشاف ہوا کہ وہ ''بے جی'' سے ہی ملوث ہو چکے تھے۔ چنانچہ استاد صاحب کو گھر بار اور شہر چھوڑنا پڑا، اگر ان عابد استاد صاحب کے علم میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہوتا'' اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـئِیْ وَلَدْنَهُمْ'' (سورۂ مجادلہ۔۲) (ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنھوں نے انہیں جنا ہے) اور اللہ کے رسول ﷺ کی یہ حدیث علم میں ہوتی کہ ''کوئی شخص کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے وگرنہ تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے (جو انہیں ورغلاتا ہے)'' تو وہ کبھی بے جی ''بیوی'' کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھتے اور اپنا دامن تر نہ ہونے دیتے۔

بہر حال عبادت گزاری کے ساتھ قرآن وحدیث کا علم ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ انسان کی ساری فضیلت ہی ''علم'' کے باعث ہے، حضرت آدمؑ کے بارے میں فرمایا گیا۔'' وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا '' (سورۂ بقرہ۔۳۱) ''اور آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے اور

---

۱۔ اسلام میں منہ بولے رشتوں کی کوئی حیثیت نہیں فلاں میری منہ بولی ماں ہے، فلاں منہ بولی بہن ہے اور فلاں منہ بولا بیٹا ہے، ارشاد ربانی ہے۔'' مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ'' (الاحزاب۔۴) یہ سب صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں وگرنہ حقیقی رشتے صرف خونی رشتے ہی ہیں۔

انہیں مسجود ملائک بنایا"۔ خود پیغمبر اسلام ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا "قُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا" (کہو اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما) (طٰہٰ۔۱۱۴)

﴿۲۰﴾ "عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْمِرَاءُ فِي الْقُرْاٰنِ كُفْرٌ"۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

تشریح: قرآن میں جھگڑنے سے مراد قرآن کی ایک آیت کو دوسری آیت سے جھٹلانا ہے، بجائے اس کے انسان کو قرآنی آیات میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ خیر وشر اللہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ آیت پڑھتا ہے، "قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللهِ" یعنی سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، دوسرا اس کو جھٹلاتا ہے، اور یہ آیت پڑھتا ہے، "مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ" (سورۂ نساء۔۷۸تا۷۹) یعنی ہر بھلائی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہر برائی انسان کے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔ اس قسم کے اختلاف منع ہیں چنانچہ مطابقت اس کی یوں ہے کہ خیر وشر کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن نیکی و بدی کو اختیار کرنے والا انسان خود ہے۔ اسی طرح "يُضِلُّ اللهُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ" (سورۂ مدثر۔۳۱) اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، کی تطبیق "وَيَهْدِي اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ" (سورۂ شوریٰ۔۱۳) "اور اسے ہدایت ہی دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے ہدایت کا طالب ہو"۔ سے ہے یعنی پہلے جز میں اللہ کا اختیار بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسرے میں اللہ کا قانون ہدایت بیان کیا گیا ہے۔ اور یہی تطابق قرآنی آیات و مضامین میں مطلوب ہے۔

﴿۲۱﴾ "وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ" (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے (حاجات) نہ مانگے، اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ مانگنے والوں سے راضی اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے کیونکہ

ترک سوال تکبر کی علامت ہے اور متکبر کی سزا بہت سخت ہے، اللہ تعالیٰ نے (سورۂ مومن:٦٠) میں ارشاد فرمایا ہے ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، انہیں عنقریب ذلیل کر کے جہنم میں داخل کروں گا'' ذلت کے عذاب کی وجہ از روئے ''حدیث'' یہ ہے کہ ''اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ'' یعنی دعا تو عبادت ہے بلکہ دوسری حدیث کے مطابق ''اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ'' یعنی دعا ہی عبادت کا ''مغز'' ہے، ظاہر ہے کہ عبادت کا حق دار تو صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا دعا صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگی جا سکتی ہے اور اگر کسی دوسری ہستی سے دعا مانگی بھی جائے تو بفحوائے عبارت قرآنی: ''اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ''[ا] (فاطر۔١٤) یعنی اگر تم ان (دوسری ہستیوں) کو پکارو وہ تمہاری دعا کو نہ سنیں اور اگر (فرض محال) سن بھی لیں تو تمہاری دعا قبول نہ کر سکیں، کیونکہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کا انہیں اختیار ہی نہیں لہٰذا وہ دعائیں قبول کیسے کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ اللہ ہی کی صفت ہے کہ اگر اس سے مانگو تو وہ ناراض ہونے کی بجائے خوش ہوتا ہے اور اگر نہ مانگو تو وہ ناراض ہو جاتا ہے، جب کہ مخلوق سے مانگیں تو وہ ناراض ہوتے ہیں یا کم از کم کبھی نہ کبھی ان کے چہرے پر بل آ ہی جاتا ہے۔

﴿٢٢﴾ ''عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِيَسْئَالُ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ

---

ا۔ دعا سننا ان کے بس میں ہی نہیں ہے۔ جس کی منطقی دلیل یہ ہے کہ کیا غیر اللہ (حضرات)؟

ا۔ دعا کرنے والے شخص کی آواز اور فریاد بہت دور سے، زندگی میں یا موت کے بعد قبر میں سن سکتے ہیں؟

٢۔ بفرض محال وہ دعا سن بھی سکتے ہوں تو کیا وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہیں؟ کیونکہ اردو، فارسی، پنجابی، بنگالی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن وغیرہ غرضیکہ دنیا بھر کی زبانوں میں لوگ انہیں پکاریں گے۔

٣۔ دنیا بھر میں کسی نہ کسی لمحہ بے شمار لوگ دعائیں کر رہے ہوتے ہیں تو کیا وہ ہر لمحہ ہر کسی کی دعا سن لیں گے یا دعا گو باری باری اپنی فریاد پیش کریں گے؟

٤۔ کیا ان کو کبھی نیند بھی آتی ہے؟...... پھر تو ٹائم ٹیبل معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کب جاگ رہے ہوتے ہیں یا کیا وہ نیند کی حالت میں بھی سن لیتے ہیں؟

٥۔ کیا وہ گونگے شخص یا دل ہی دل میں پکارنے والے کی دلی دعا بھی سن لیں گے؟

كُلَّهَا حَتّٰى يَسْاَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ" (ترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر کسی کو اپنی حاجتیں اپنے رب سے مانگنی چاہئیں یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اسی سے مانگنا چاہیے۔

تشریح: ماقبل حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ اللہ ہی کی یہ شان ہے کہ اس سے مانگو تو وہ خوش ہوتا ہے اور نہ مانگو تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ نیز قرآن مجید کی سورۃ الرحمٰن آیت نمبر ۲۹ میں ہے "يَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (زمین وآسمان کی تمام مخلوقات اسی سے مانگتی ہیں) چنانچہ نبیؑ، ولیؒ، صدیقؓ، شہیدؒ اور فرشتےؑ سب اسی سے مانگتے ہیں لہٰذا اللہ پاک کی مذکورہ صفت اس بات کی منطقی دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے اور اس سے مانگنے والا کبھی محروم نہیں رہتا اس لیے انسان کو ہر چھوٹی بڑی حاجت اسی سے مانگنی چاہیے اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے، یاد رہے کہ تمام انبیاءؑ بھی اپنی سب حاجات اسی سے طلب کرتے رہے ہیں۔

﴿۲۳﴾ "عَنْ اَبِیْ بَكْرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ" (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حرام غذا سے پرورش پانے والا بدن جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ انسان خواہ کتنا بڑا عابد و زاہد ہو، اگر وہ حلال کا لقمہ کما کر نہیں کھاتا تو ناجی مسلمانوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ عمومی عابدین تو کجا؟ خود انبیاء و رسل کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" (سورہ مؤمنون۔۵۱) "اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو" نیز یہی حکم عام مؤمنین کیلئے بھی ہے، ارشاد ربانی ہے: "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا

رَزَقْنٰکُمْ "(سورۂ بقرۃ۔۱۷۲)''اے ایمان والو! ہمارا عطا کردہ پاکیزہ رزق کھاؤ'' اور حدیث کی رو سے سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا جائے۔ جس کی انتہا (So much so) یہ ہے کہ بالفاظ حدیث "اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ" (یقیناً اللہ کے نبی داوٗدؑ اپنے ہاتھوں سے رزق کما کر کھاتے تھے) یعنی لوہے کی زرہیں بنا کر بیچتے اور اس کے نفع سے روزی روٹی کا بندوبست کرتے اور نبوت و بادشاہت کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود بیت المال سے وظیفہ لے کر خود آپؑ اور ان کے اہل وعیال کھانا نہیں کھاتے تھے، یاد رہے کہ رزق حلال کمانے کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے لوہا ان کے ہاتھوں میں نرم کر دیا تھا۔ جس سے وہ زرہیں بناتے تھے۔ پیغمبر اسلام نے بھی تجارت کو اپنا پیشہ بنایا اور نبوت کی بیش از بیش مصروفیات کے باوجود تمام زندگی صدقہ کا مال نہیں کھایا۔ نیز آپ ﷺ کے خلفاء راشدین حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے حلال کھانے کی مثالیں یہاں تک قائم کیں کہ ایک دن آپ حضرت ابوبکرؓ کا ایک (سابق) غلام کوئی چیز لایا جو آپ نے کھالی، بعدازاں استفسار پر معلوم ہوا کہ یہ کمائی دور جاہلیت میں کی گئی کہانت کی تھی، آپؓ نے انگلی حلق میں ڈالی اور قے کر دی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک دن ایک صاحب سے دودھ پیا۔ استفسار پر دودھ پلانے والے نے بتایا کہ یہ زکوٰۃ کی اونٹیوں کا دودھ ہے، آپؓ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور قے کر دی۔ قارئین کرام! ہم ارکان اسلام کو ہی کل اسلام سمجھتے ہیں اور نماز، روزہ، حج وغیرہ کی ادائیگی پہ اترانے لگتے ہیں یا مطمئن ہو جاتے ہیں، ان کی ادائیگی اللہ پہ کوئی احسان نہیں ہے، (نعوذ باللہ) یہ تو فرائض ہیں ان کی ادائیگی میں تو ہمارا ہی بھلا ہے، اللہ کو ان کی چنداں حاجت نہیں، لیکن ان کی قبولیت بھی حلال مال اور لباس سے مشروط ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک آدمی لمبا سفر کر کے غبار آلود اور پراگندہ بال (بیت اللہ میں پہنچتا ہے) پھر آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا کر اے رب! اے رب! کہتے ہوئے (دعا کرتا ہے) جبکہ اس کا ''کھانا'' حرام کا ہے،

''پینا'' حرام کا ہے، ''لباس'' حرام کا ہے اور سارا جسم ''حرام غذا'' سے پلا بڑھا ہے، پھر ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو!... اسی طرح قبولیت نماز کے بارے میں ایک حدیث کے اندر آتا ہے کہ ایک آدمی نے دس درہم (روپیہ، پیسہ وغیرہ) کا کپڑا خریدا ہو اس میں سے ایک درہم حرام کا ہو (باقی نو درہم بے شک حلال کمائی کے ہوں) تو بھی اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا جب تک اس نے وہ کپڑا زیب تن کیا ہو۔

﴿۲۴﴾ '' عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَالْفَرِيْضَةِ '' (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حلال کمائی کی تلاش فرض ہے بعد فرض (کی ادائیگی) کے۔

تشریح: یعنی رزق حلال کمانا بھی فرض ہے، البتہ اولیت دیگر فرائض مثلاً نماز، روزہ وغیرہ کو حاصل ہے اور یہ فرض بھی اس پہ ہے جس کے ذمہ اپنی ذات یا دیگر افراد خانہ کا نان نفقہ ہو کیونکہ بعض حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا نفقہ دوسروں کے ذمہ ہوتا ہے مثلاً اولاد، والدین، بیوی اور زیر کفالت بہن بھائی وغیرہ، نیز حلال کمائی سے مراد یہ ہے کہ اس میں حرام کی شمولیت کا شائبہ تک بھی نہ ہو کیونکہ مشتبہ چیزوں سے احتراز واحتیاط بے حد ضروری ہے، یہ نہ ہو کہ اپنی شکم پروری یا افراد خانہ کی خاطر حلال وحرام کی تمیز مٹا دے اور آخرت کی جواب دہی میں پھنس جائے۔

﴿۲۵﴾ '' عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ '' (ترمذی)

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ ہوگا۔

تشریح: تاجر پیشہ حضرات کیلئے اتنی بڑی خوشخبری بلا وجہ نہیں ہے کیونکہ حدیث قدسی کے

مطابق فرمان باری تعالیٰ ہے " شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا " یعنی بدترین جگہیں "بازار" ہیں نیز " اَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا " اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں چونکہ وہاں شور شرابے اور غفلت کے سامان ہیں، بے پردہ عورتوں کی گزرگاہوں کی وجہ سے شیاطین کی آماجگاہیں ہیں۔ نیز اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق " اِنَّ الْبَیْعَ یَحْضُرُ اللَّغْوُ وَ الْحَلْفُ " یعنی خرید وفروخت میں عموماً جھوٹ اور قسموں سے کام لیا جاتا ہے، حالانکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے " اِیَّاکُمْ وَ کَثْرَةَ الْحَلْفِ فَاِنَّهُ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ " خرید وفروخت میں اکثر قسمیں کھانے سے بچو، اس سے قسمیں کھا کر سودا بیچنے کا رواج اور عادت پڑ جاتی ہے حالانکہ نفع کی "برکت" ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے ماحول اور ان حالات میں قول کے سچے اور فعل کے صحیح ہونا اور صداقت وامانت کو اختیار کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، اسی لیے قول کے سچے اور فعل کے صحیح تاجر میدان حشر یا جنت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوں گے، نیز تجارت افضل پیشہ ہے جسے انبیاء علیھم السلام نے اختیار کیا.... تاہم "تجار" کیلئے وعید نبوی ﷺ بھی ہے کہ " اَلتُّجَارُ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فُجَّارًا " (قیامت کے دن تاجر فاسقوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے) ہاں اس وعید اور خسران سے وہ تاجر بچ جائیں جو " اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَ صَدَقَ " (مگر جس نے اللہ کا خوف اختیار کیا، گاہکوں سے نیک سلوک کیا اور سچ بولا) یعنی مذکورہ بالا خوشخبری کے ضمن میں آنے والے صادق اور امین تاجر اس وعید سے بچ جائیں گے۔

﴿۲۶﴾ " عَنْ جُرَیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ " (بخاری ومسلم)

حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

تشریح: یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مہربانی کی امید رکھتا ہے اسے مخلوق خدا پر

مہربان ہونا چاہیے کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس وہ بندہ اللہ کو محبوب ہے جو اس کی مخلوق سے حسن سلوک کرے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر[1]

خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

یہ من وعن اس حدیث رسول ﷺ کا منظوم ترجمہ ہے، جس کے الفاظ ہیں "اِرۡحَمُوۡ اَمَنۡ فِیۡ الۡاَرۡضِ یرۡ حَمۡکُمۡ مَنۡ فِیۡ السَّمَاءِ" چنانچہ اسلام نہ صرف انسانوں پر رحم کرنے کی تاکید کرتا ہے بلکہ ہر ذی روح سے حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ جیسے دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنھوں نے ایک پرندے کو لٹکا رکھا تھا اور اس پر تیراندازی کی مشق کر رہے تھے، جب انھوں نے آپؓ کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: جس نے ایسا کیا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار کو نشانہ بنائے (بخاری و مسلم، ریاض الصالحین) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ہم نے ایک سرخ رنگ کی چڑیا دیکھی جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے بچوں کو پکڑ لیا تو چڑیا اپنے پر پھیلا کر ان پر آن گری۔ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: کس نے اس کو اس کی اولاد کے بارے میں گھبراہٹ میں ڈالا ہے؟[2] اس کے بچوں کو اس کی طرف واپس کرو۔ نیز آپ ﷺ

---

۱۔ حضرت ہشام بن حکیم کا بیان ہے کہ وہ شام کے علاقہ سے گزرے جہاں چند کاشتکاروں کو خراج کی وصولی کیلئے دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہوا تھا، ہشام امیر کے پاس گئے اور اسے نبی پاک ﷺ کی حدیث سنائی کہ بے شک اللہ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں "تو امیر نے انہیں چھوڑ دیا" ہمارے سکول ماسٹروں کو اس سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ نبی رحمت نے انسانی منہ پر طمانچہ مارنے سے منع کیا ہے۔

۲۔ اسی لیے اسلام میں مرغوں، بٹیروں، تیتروں، کتوں، بیلوں اور بھینساؤں وغیرہ کو لڑانا منع ہے۔

نے چیونٹیوں کا گھر دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا۔[1] آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کس نے ان کو جلایا ہے؟ عرض کیا ہم نے۔ فرمایا: آگ کے ساتھ آگ کا مالک (اللہ تعالیٰ) ہی عذاب دے سکتا ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ایک نبیؑ نے چیونٹی کے کاٹنے پر چیونٹیوں کو جلا دیا تھا تو اللہ نے وحی فرمائی: تم نے ایک امت کو جلا دیا جو میری تسبیح کرتی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے چیونٹیوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداوٗد، دارمی) ایک حدیث میں ہے نبی رحمت کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے کو گرم لوہے سے داغا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی اس شخص پر لعنت ہو جس نے اس کو داغ لگایا ہے (مسلم، ریاض الصالحین) اسی طرح حدیث کی رو سے ایک آدمی کا اونٹ باغی ہو گیا اور کاٹنے کو دوڑا۔ وہ آدمی نبی اکرم ﷺ کو بلا لے گیا، آپ ﷺ نے طویلے میں بند اونٹ کو آزاد کرایا تو اونٹ نے آپ ﷺ کے کان کے قریب آکر ہونٹ ہلائے۔ آپ ﷺ نے اونٹ کے مالک سے فرمایا: تمہاری شکایت کر رہا ہے۔ اس کو پورا چارہ دیا کرو اور اور مناسب بوجھ ڈالا کرو۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت نے بلی کو باندھ رکھا تھا۔ اسے کھانے پینے کیلئے بھی کچھ نہ دیا اور نہ کھلا چھوڑا کہ وہ زمین سے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی، اس طرح بلی بھوکی پیاسی مر گئی تو وہ عورت بلی کی وجہ سے دوزخی ہو گئی۔ جبکہ ایک بازاری عورت نے ایک پیاسا کتا دیکھا جو کنویں کے کنارے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا، اس نے اوڑھنی سے اپنی جوتی لٹکائی اور کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلا دیا۔ اللہ نے اس عورت کو معاف کر دیا۔

(۲۷) "عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی باتیں بیان کرتا پھرے۔

---

۱۔ ذرا روٹیوں کو چیونٹیاں چڑھ جائیں تو ہم چلچلاتی دھوپ میں جلتی ہوئی زمین پر ان کو پٹک دیتے ہیں جہاں وہ جل بھن جاتی ہیں حالانکہ صرف روٹیوں کو جھاڑ لینا چاہیے۔

تشریح: جھوٹ بولنا نفاق کی علامت ہے لیکن اگر آدمی جھوٹ نہ بھی بولتا ہو البتہ ہر سنی سنائی بات کو بلا تحقیق بیان کر دینے کا عادی ہو تو وہ بھی جھوٹ میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ ہر وہ بات جو سننے میں آئے سچ نہیں اس لیے حقیقت معلوم کیے بغیر کسی بھی بات کو بیان کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی عصمت اور پاک دامنی کے بارے میں جو زبان درازی اور افترا پردازی کی گئی تھی وہ بھی محض سنی سنائی باتوں پر مبنی تھی جس سے اسلام میں ایک بہت بڑا فتنہ پیدا ہوا جسے سورۂ نور کی آیات کے ذریعے رفع کیا گیا۔

﴿۲۸﴾ "عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلدُّنیا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ" (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے باغ ہے۔

تشریح: یعنی دنیا مسلمان کیلئے قید خانہ کے مانند ہے کیونکہ یہاں ممنوع چیزوں سے بچنے کیلئے وہ محنت و مشقت کرتا اور ضبط نفس سے کام لیتا ہے نیز کئی طرح کے شدائد و مصائب برداشت کرتا ہے اس لیے جلد از جلد دنیا سے نکل جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ ہر لمحہ اس کے یہی جذبات ہوتے ہیں کہ ؎

چھوٹ جاؤں جو غمِ ہستی سے
بھول کر نہ ادھر دیکھوں میں

مومن کیلئے دنیا قید خانہ کے مانند اس لیے بھی ہے کہ آخرت میں اسے جنت جیسا دائمی آرام دہ گھر ملنے والا ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "جنت سختیوں کے ساتھ ڈھانکی گئی ہے"، اور اگر مومن کو آسائشیں بھی حاصل ہوں تب بھی آخرت کے ناز و نعمت کے مقابل ہیچ ہیں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝" (سورۃ المرسلات۔ آیت نمبر ۴۳) "بے شک اللہ سے ڈرنے والے سایوں اور چشموں میں ہوں

گے اور ان کے کھانے کو پھل ہوں گے جیسے وہ چاہیں گے، کھاؤ پیو اور مزے اُڑاؤ، ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے" جبکہ حدیث کی رو سے دنیا بکری کے کان کٹے مردہ بچے سے بھی زیادہ حقیر ہے جسے کوئی ایک روپے میں بھی خریدنے کیلئے تیار نہیں، نیز یہ کہ اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اہم ہوتی تو کسی کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا چنانچہ کافر کیلئے یہ دنیا ایک تفریح گاہ ہے اور باغ کے مانند ہے۔ وہ یہاں لذتوں اور شہوتوں میں کھویا رہتا، حظ اٹھاتا، کھل کھیلتا اور گل کھلاتا ہے اور کبھی دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ پیش نظر رہے کہ کافروں کے بارے میں اللہ کی سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت اور ڈھیل دیتا ہے نیز خوب عیش و نشاط کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ "کُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّکُمْ مُّجْرِمُوْنَ" (المرسلات۔ آیت نمبر ۴۶) "دنیا میں تو تم کچھ کھا پی لو اور فائدے اٹھا لو لیکن چونکہ تم مجرم ہو اس لیے عنقریب پکڑے جاؤ گے" یہ نعمتیں فنا ہو جائیں گی اور تم موت کے گھاٹ اترو گے) پھر فرمایا: "مَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ" (البقرۃ۔ ۱۲۶) "جس نے میرا کہا ماننے سے انکار کیا میں اسے تھوڑی مدت کیلئے خوب سامان دنیا دوں گا پھر اسے جہنم کی آگ کی طرف بے بس کر کے کھینچ لوں گا اور وہ بُرا ٹھکانا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی عجب حکمت ہے کہ اس نے اس دنیا کو اپنے نافرمانوں کیلئے اس قدر عیش کی جگہ بنایا ہے کہ ارشاد ہوا (جو رحمٰن کے نافرمان ہیں ہم چاہیں تو ان کیلئے ان کے گھروں کی چھتیں، سیڑھیاں، دروازے اور پلنگ چاندی کے بنا دیں) (الزخرف۔ ۳۳، ۳۴) کیونکہ اس دنیاوی ساز و سامان کی عنداللہ کوئی حیثیت نہیں ہے اسی لیے بطور خلاصہ ارشاد فرما دیا: "وَاِنْ کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" (الزخرف۔ ۳۵) یعنی اگر میں اپنے نافرمانوں کو اس قدر عیش و نشاط بھی دے دوں کہ ان کے گھر چاندی سونے کے بنا دوں پھر بھی ان سب کی حیثیت محض دنیا کے چند روزہ ساز و سامان کی ہے اسی لیے حدیث میں کافر کی زندگی کی

مثال صنوبر جیسے درخت سے دی گئی ہے جو بظاہر مضبوط ہوتا ہے اور ہواؤں سے جھولتا نہیں ہے لیکن تیز ہوا اور آندھی سے اچانک ٹوٹ گرتا ہے۔ سورۂ حجر اور طٰہٰ میں مزید فرمان ہے:
اے نبی ﷺ! ان کفار کے دنیوی مال ومتاع، زینت، ٹیپ ٹاپ اور ٹھاٹھ باٹھ کو حسرت بھری اور للچائی ہوئی نظروں سے مت دیکھیں۔ یہ سب فانی اور ذراسی دیر کی چیزیں ہیں جو صرف ان کی آزمائش کیلئے انہیں یہاں ملی ہیں۔ یاد رہے کہ کافر کیلئے جو کچھ بھی ہے اسی دنیا میں ہے اگر وہ کوئی بھلائی کا کام بھی کرتا ہے جیسے بڑے بڑے ہسپتال یا رفاہی وفلاحی ادارے قائم کرنا وغیرہ تو شہرت یا کثرت مال واولاد کی صورت میں ان کا بدلہ دنیا ہی میں پالیتا ہے۔ اور قرآن پاک کی رو سے کافر اسی پہ اترایا کرتے تھے کہ ہم مال واولاد میں نبیوںؑ کے پیروکاروں سے بڑھ کر ہیں اور اس کو وہ اپنے سچا ہونے کی اور اللہ کا فضل ہونے کی دلیل سمجھتے تھے جبکہ حدیث کی رو سے "دنیا" اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں۔

﴿۲۹﴾ "وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لُعِنَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ"
(ترمذی)

اور انہی (ابوہریرہؓ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملعون ہے دینار اور درھم کا بندہ۔

تشریح: درہم ودینار سکوں کا نام ہے جو شخص ان کے حصول میں دن رات ایک کیے ہوئے ہو۔ وہ دراصل دولت کی پوجا کر رہا ہے چنانچہ دولت کی بندگی کے باعث اللہ تعالیٰ سے دور جاپڑا ہے اور شرک کا مرتکب ہو رہا ہے اسی لیے اسے اللہ کا بندہ کہنے کے بجائے درہم ودینار کا بندہ قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے ہاں ایک اور شرکیہ کلمہ بھی زبان زد عام ہے۔ یعنی پیٹ کی پوجا، چنانچہ کھانا کھانے بیٹھیں گے تو غیر شعوری طور پہ عموماً کہہ دیں گے کہ ہم پیٹ کی پوجا کرنے لگے ہیں۔ اسی طرح کوئی دھندہ اختیار کرنے لگیں گے تو کہیں گے "پیٹ پوجا کیلئے یوں کرنا پڑ رہا ہے"۔ شرکیہ بندگی کی ایک اور قسم وصورت بھی ہے، جس کو قرآن مجید

نے " اَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ " (سورۂ فرقان۔۴۳) اور ﴿ اَفَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ " (سورۂ جاثیہ۔۲۳) کہا ہے یعنی (اے نبی ﷺ!) کیا آپ ﷺ نے اس شخص کو نہیں دیکھا؟ جس نے اپنی دل کی مرضی اور خواہش نفس کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ گویا ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ معبود حقیقی کو چھوڑ کر اپنے آپ کی پوجا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نظر انداز کر کے اور شریعت اسلامیہ کے حلال و حرام کو ایک طرف رکھ کے جو جی میں آئے کرنے لگ گئے۔ ان کا نفس ان کو جو مرغوب بتلاتا ہے اسی کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ اسی کو غیر اللہ کی پوجا اور "نفس پرستی" کہتے ہیں۔ جس کی مذکورہ حدیث میں مذمت کی گئی ہے۔ بزرگان دین نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اگر دنیا میں "من چاہی" زندگی گزارو گے تو آخرت میں "رب چاہی" زندگی گزارنا پڑے گی یعنی سزا بھگتنا ہو گی۔ اور اگر دنیا میں "رب چاہی" زندگی گزارو گے (چاہے تنگی ترشی اور بعض پابندیاں ہی برداشت کرنا پڑیں) تو آخرت میں "من چاہی" زندگی میسر ہو گی۔ یعنی جنت کے مزے اور عیش و آرام ملیں گے۔

﴿۳۰﴾ " عَنْ کَعْبِ بْنِ عَیَّاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ لِکُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةٌ وَ فِتْنَةُ اُمَّتِی الْمَالُ " (ترمذی)

حضرت کعب بن عیاضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ہر امت کیلئے آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال سے ہے۔

تشریح: "فتنہ" اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو گمراہی اور گناہ میں مبتلا کر دے چنانچہ امت مسلمہ کی آزمائش اس طرح کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو غنی کرتا اور مال و متاع دیتا ہے۔ پھر آزماتا ہے کہ وہ اسلام کی راہ چلتے اور ثابت قدم رہتے یا گمراہی اور نافرمانی پہ اتر آتے ہیں۔ اسی فتنہ سے بچنے کیلئے ہی سید دو عالم ﷺ کا اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ فرمایا: میرے رب نے مجھے پیش کش کی کہ وہ میرے لیے وادی مکہ کے سنگریزوں کو سونے کا بنا دے۔ میں نے

عرض کیا' اے رب ! میں ایک دن بھوکا رہا کروں تا کہ اس دن تیرے سامنے خوب عاجزی کروں اور تجھے یاد کروں اور ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور اس دن تیری خوب تعریف کروں اور تیرا شکر کروں، آپ ﷺ نے مال داری کو اس لیے بھی ناپسند فرمایا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہوا: تم میں سے ایک شخص دولت مند ہونے کا منتظر رہتا ہے حالانکہ مال داری انسان کو اللہ کا باغی اور گناہ گار بنانے والی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے مال دار بننے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ اس کا مطالبہ تو اپنی ''عبادت'' کا ہے۔ بقولہ تعالیٰ '' وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ '' (سورۂ ذاریات۔۵۶) ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے''

یہ محض شاعرانہ تعلّی ہے کہ۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں ''مال'' جمع کروں اور بڑے بڑے تاجروں میں شمار ہونے لگوں۔ بلکہ میری طرف تو یہ وحی کی گئی ہے۔ '' فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنَ '' (حجر۔۹۸ تا ۹۹) ''تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جا اور اپنے رب کی عبادت کیے جا حتیٰ کہ تیری وفات کا وقت آجائے''۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اے آدمؑ کے بیٹے! تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری مفلسی دور کردوں گا ورنہ تجھے کاروبار میں بھی مشغول کردوں گا اور پھر بھی تیری محتاجی دور نہیں کروں گا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے شخص اللہ نے تیری قسمت میں جو کیا ہے اگر اس پر تو راضی رہ تو سب سے زیادہ مالدار ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق کامیابی کا فارمولا تو یہ ہے کہ '' کامیاب ہو گیا وہ شخص جو مسلمان ہو، اور اس کو بقدر کفایت رزق دیا گیا ہو، اور اللہ

تعالیٰ نے اسے عطا کردہ رزق پر قناعت کرنے والا بھی بنا دیا ہو'' لہٰذا ہمیں بھی فراخی مال کی تمنا کرنے کی بجائے قناعت پسند بننا چاہیے۔ اس لیے بھی کہ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ ''ابن آدم کیلئے ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز کا حق نہیں ہے کہ ایک گھر ہو جس میں رہے اور کپڑا ہو جس سے اپنا جسم ڈھانپے اور روٹی اور پانی۔ یعنی بنیادی ضروریات زندگی میسر ہوں تو انسان کو زائد کے پیچھے دوڑنے کی بجائے اپنے رب تعالیٰ کی طرف دوڑنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ '' (سورۃ ذاریات ۔۵۰) ''دوڑو! اللہ کی طرف'' اسی طرح سورۃ الانشرح آیت نمبر ۷ تا ۸ میں فرمایا: '' فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ '' (پس جب تم فارغ ہو تو محنت کیا کرو اور اپنے رب کی طرف رغبت اختیار کرو)

﴿۳۱﴾ '' عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَۃً اَضَرُّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ '' (بخاری و مسلم)

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے بعد مردوں کیلئے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

تشریح: کیونکہ مردوں کی فطرت میں جن چیزوں کی محبت رکھی گئی ہے ان میں سرفہرست ''عورتیں'' ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: '' زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ .....'' (سورۃ آل عمران ۔۱۴) ''لوگوں کی خواہشات کی چیزوں یعنی عورتیں، بیٹے اور سونے چاندی کے ڈھیر ....... ہیں''۔ لہٰذا فطری طور پہ عورتوں کی کشش شدید رکھی گئی ہے چنانچہ وہ عورتوں کی خاطر حرام میں مبتلا ہوتے، دشمنیاں مول لیتے اور قتل و غارت تک پہ اتر آتے ہیں کہ عورتیں مردوں کو دنیا کی محبت میں مبتلا کر دیتی ہیں اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ'' یعنی دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے لہٰذا بہت بڑا فتنہ ہیں۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا ہے:" وَالنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ " یعنی عورتیں شیطان کا جال ہیں مگر یہ ان عورتوں کے بارے میں ہے جنہیں خبردار کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا" اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو۔ اس لیے کہ میں نے تم کو دیکھا ہے کہ تم زیادہ تعداد میں دوزخ میں ہو.... کیونکہ تم لعن طعن کثرت سے کرتی ہو نیز اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو" چنانچہ عمومی مشاہدہ ہے کہ عورتیں ذرا سی بات پہ ایک دوسرے کو طعنے دینے لگتی ہیں۔ علاوہ ازیں اگر خاوند ایک دن بھی کوئی فرمائش پوری نہ کرے تو بیوی فوراً کہہ اٹھتی ہے کہ میں جب سے اس گھر میں آئی ہوں کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ حالانکہ خاوند کا مقام یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ روا ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے نیز یہ کہ جب بھی خاوند بیوی کو حق زوجیت ادا کرنے کیلئے بستر پر بلائے بلا تاخیر لبیک کہے وگرنہ لیت و لعل یا انکار کرنے والی بیوی پر تمام رات فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ عورتیں جو بظاہر لباس پہنے ہوتی ہیں مگر اتنا باریک کہ بدن جھلکتا ہے۔ اپنے کندھوں کو ہلا کر مٹک مٹک کر چلتی ہیں۔ اپنے بالوں کو اس انداز سے سجایا، سنگھارا اور سنوارا ہوتا ہے کہ باعث کشش ہوگئی ہوتی ہیں۔ جیسے آج کل ٹی وی پر کھلے بال لٹکائے مٹکتی عورتوں کو مختلف چینلوں پر دکھایا جا رہا ہے۔ ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنے فاصلے (یعنی میلوں دور) سے آرہی ہوگی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایسی عورتوں کو "لعنتی" قرار دیا ہے۔ جو اپنے بالوں میں مصنوعی بال ملاتی ہیں (وگ لگاتی ہیں)۔ اونٹ کی کوہان کی طرح بالوں کے جوڑے بناتی ہیں۔ چہرے یا بدن پر مصنوعی تل دکھانے کیلئے سوئی (Pin) سے گدواتی اور سرمہ بھرواتی ہیں، رخساروں کے بال اکھڑوانے والی ہوتی ہیں، (Threading) اپنے ابرو اور بھنوؤں کے بال نوچ کر انہیں باریک بناتی ہیں، خوبصورتی کیلئے دانتوں میں خلا کی خاطر ریتی پھرانے والیاں ہیں اور عورت ہو کر

مردانہ لباس پہنتی ہیں (یعنی ہر وہ مصنوعی کام جو اللہ کی بنائی ہوئی تخلیق میں تبدیلی کیلئے کیا جاتا ہے، ناپسندیدہ اور حرام ہے)۔ بہر حال ایسے کاموں میں ملوث عورتوں کو ہی ''فتنہ'' قرار دیا گیا ہے وگرنہ اسلام نے تو عورت کو بلند تر مقام دیا ہے۔ جس کے روپ ''ماں، بیٹی، بہن اور بیوی'' کے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے حسن سلوک کی مستحق ہے تیری ماں، تیری ماں، تیری ماں۔ اور چوتھی دفعہ ''تیرا باپ'' کہا۔ گویا ماں کو تین گنا مقام و مرتبہ دیا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں، قیامت کے دن میں اور وہ شخص ہاتھ کی دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ اور دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا، جو شخص تین بیٹیوں کو پرورش کر کے اچھے آداب کی تربیت دے کر ان کا بیاہ کر دے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ اگر دو ہوں! فرمایا: اگر دو کی پرورش و تربیت کرے تب بھی یہی اجر ہے۔ عرض کیا، اگر ایک ہو! فرمایا: اگر ایک ہو تب بھی۔ نیز اسلام میں بیٹی کو یہاں تک مقام دیا گیا ہے کہ فرمایا: جس کی کوئی بیٹی ہو اور وہ اسے بیٹوں سے کم تر سمجھ کر ذلیل نہ کرے، نہ ہی بیٹوں کو بیٹی پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔ اسی طرح بہن کے روپ کو یہ مقام دیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تین، دو یا کم از کم ایک بہن کی پرورش و تربیت شفقت کے ساتھ کرے حتیٰ کہ ان کا بیاہ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت واجب کر دیتا ہے۔ رہا ''بیوی'' کے مقام و مرتبہ کا تذکرہ تو اس کا بیان آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔ (اِنْ شاءَ اللّٰہُ تَعالیٰ)

﴿۳۲﴾ ''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلدُّنیا کُلُّھا مَتاعٌ وَّخَیْرُ مَتاعِ الدُّنیا الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃ'' (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام دنیا (چند روزہ) برتنے کی چیز ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

تشریح: دنیا "مَتَاع" ہے یعنی فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور اس کا نفع عارضی ہے اور دنیا کی بہترین چیز جس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، وہ نیک عورت ہے یعنی ایسی عورت فتنہ نہیں ہے کیونکہ وہ آخرت کی تیاری کیلئے مدد ومعاون ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث رسول ﷺ ہے "........اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو جاگتی ہے، نماز پڑھتی ہے، اپنے خاوند کو جگاتی ہے، وہ بھی نماز پڑھتا ہے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارتی ہے ، دیگر حدیث میں ہے، جب رات کو آدمی اٹھے، بیوی کو (بھی) جگائے، پھر وہ دونوں نماز پڑھیں۔ اگر (کم از کم) دو، دو، رکعات ہی ادا کریں تو وہ دونوں "ذاکرین" میں لکھے جاتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک رات نبی اکرم ﷺ تہجد کی نماز کیلئے گھبرائے ہوئے اٹھے اور فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کتنے خزانے اتارے گئے ہیں اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں! حجرے والیوں (یعنی ازواج مطہراتؓ) کو کون جگائے تاکہ وہ نماز پڑھ لیں۔ اکثر کپڑے پہننے والیاں (یعنی باریک لباس پہننے والیاں) آخرت میں ننگی ہوں گے۔ گویا نیم عریاں لباس پہننے والی دوزخی اور لعنتی عورتیں جن کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے، اگر وہ بھی سحر خیز اور نمازی بن جائیں تو خسران اخروی سے بچ کر "اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ" کے زمرہ میں شامل ہو سکتی اور جنتی بن سکتی ہیں۔ احادیث رسول ﷺ کے علاوہ قرآن مجید میں بھی عورتوں کا ذکر بہت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا: "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" (سورۃ بقرۃ۔۱۸۷) یعنی وہ (عورتیں) تمہارا لباس ہیں اور تم (مرد) ان کا لباس ہو۔ اس میں کتنے خوبصورت انداز میں میاں بیوی کے باہمی تعلقات کو لباس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لباس جسم کے ستر کو ڈھانپتا اور اس کی خوبیوں کو اجاگر کرتا ہے۔ اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کی پردہ پوشی کرتے اور برائی سے رکاوٹ و آڑ بنتے ہیں تو معاشرتی زندگی امن و سکون کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

﴿۴۳﴾ "وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ

وَزَوْجُهَا عَنهَا رَاضٍ دَخلتِ الْجَنَّةَ" (ترمذی)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ بیوی کیلئے اپنے خاوند کو راضی رکھنا بے حد ضروری ہے اور جنت میں داخلے کی کنجی ہے بشرطیکہ خاوند عالم اور متقی ہو فاسق جاہل کی رضامندی کا حصول ضروری نہیں۔ جس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ" (جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں مخلوق کی تابع فرمانی کرنا ضروری نہیں ہے) البتہ قرآنی ضابطے "اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ" (سورۃ نساء۔۳۴) کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جس کی مثال یہ ہے کہ خاوند "صدر مملکت" ہے اور بیوی اس کی وزیر اعظم یا مشیر اعلیٰ ہے (اور بیٹے بیٹیاں کابینہ ہیں) چنانچہ مرد مشاورت تو سب سے کرتا ہے لیکن خاندانی نظم وضبط کو قائم رکھنے کیلئے آخری فیصلہ اور (Casting vote) اسی کا ہوتا ہے، جیسے کسی کالج کا پرنسپل، سکول کا ہیڈ ماسٹر یا سربراہ ادارہ اس کے امور چلانے کیلئے "قوام" (حاکم) ہوتا ہے۔ باقی رہا خاوند کا مقام ومرتبہ اور اسے خوش رکھنا تو اس پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے کہ عورت کو گھریلو معاملات، امور خانہ داری اور حقوق زوجیت کی ادائیگی میں مرد کی مکمل اطاعت کرنی چاہیے۔

(۳۴) "عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ"

(ابوداؤد)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا حلال چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

تشریح: حلال چیزوں کے استعمال میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی شامل ہے لیکن طلاق ایسی حلال چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوتا کیونکہ اس سے سماجی اکائی خاندان ٹوٹ جاتا ہے اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے لہذا اسے ناگزیر صورت میں استعمال کرنا چاہیے۔ یاد رہے کہ انسانی معاشرہ بہت سے خاندانوں سے تشکیل پاتا ہے اور خاندانی یونٹ ایک

مرد اور ایک عورت کے رشتہ نکاح میں منسلک ہونے سے وجود میں آتا ہے، چنانچہ میاں بیوی کا تعلق درحقیقت انسانی زندگی اور تمدن کی جڑ اور بنیاد ہے۔ عورت اور مرد کے تعلق کی درستی پر پورے معاشرے کی درستی کا انحصار ہے اور اس کی خرابی پر پورے انسانی تمدن کی خرابی کا مدار ہے۔ اس لیے وہ شخص بہت بڑا فسادی ہے جو اس جڑ کو کاٹتا اور اس بنیاد کو بگاڑتا ہے اور اس طرح پورے خاندان کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے دیگر حدیث میں آتا ہے کہ شیطان اپنے مرکز سے زمین کے ہر حصے میں اپنے چیلے بھیجتا ہے جو واپس آکر اپنی اپنی کارروائیاں سناتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے میں نے فلاں بگاڑ پیدا کیا۔ کوئی کہتا ہے میں نے فلاں فساد برپا کیا مگر ابلیس سب سے کہتا ہے تو نے کچھ نہ کیا۔ پھر ایک آتا ہے اور اطلاع دیتا ہے کہ میں ایک عورت اور اس کے شوہر میں جدائی ڈال آیا ہوں۔ یہ سن اکر ابلیس اس کو گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے واقعی کارنامہ سرانجام دیا ہے! لیکن اسلام کی تعلیمات کا اصل رخ میاں بیوی کو عمر بھر کیلئے جوڑنا ہے، کیونکہ اسے ختم کرنے کا اثر صرف میاں بیوی پر ہی نہیں پڑتا بلکہ نسل و اولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں تک میں فساد کی نوبت پہنچتی ہے۔ اس لیے اسلام نے "طلاق" کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ جہاں تک ہو سکے اس سے روکا ہے اور انتہائی مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دی ہے لیکن بعض اوقات اصلاح احوال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور میاں بیوی کا باہم مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں تعلق ختم کر دینا ہی راحت اور سلامتی کی راہ بچتی ہے اور بقول شاعر۔

"چلو ایک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں"

کا مصرع ہی صادق آتا ہے۔ لیکن محض غصہ نکالنے اور انتقامی جذبات کا کھیل بنانے کیلئے نہیں بلکہ یہ مرحلہ انتہائی عمدگی اور حسن معاملہ کے ساتھ طے ہونا چاہیے۔ شاعری کی زبان میں یوں کہیے کہ۔

وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

کیونکہ قرآن مجید میں جہاں بھی طلاق کا ذکر آیا ہے، احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ کہیں فرمایا: ''فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ '' (سورہ بقرۃ:۲۲۹) ''یا تو عورت کو سیدھی طرح رکھ لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے''۔ کسی مقام پر فرمایا: '' فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ '' (الطلاق۔۲) ''پس یا تو ان کو معروف طریقہ سے رکھ لو یا عمدہ طریقہ سے رخصت کر دو''۔ بہر حال جس طرح شریعت اسلامی نے نکاح کے معاملے اور معاہدے کو ایک عبادت کی حیثیت دے کر عام معاہدات سے بلند سطح پر رکھا ہے، اسی طرح اس معاملہ کا ختم کرنا بھی آزاد نہیں رکھا کہ۔

جب تک چاہا دل سے کھیلا اور جب چاہا توڑ دیا

بلکہ اس کیلئے ایک حکیمانہ قانون اور ضابطہ بنایا ہے۔ جس کا آغاز اس طرح فرمایا گیا ہے کہ اس کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے جس میں فطرتاً برداشت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن عورت بھی اس حق سے بالکل محروم نہیں کہ وہ کسی ظالم شوہر کے ظلم و ستم سہنے پر مجبور ہو جائے اور علیحدگی اختیار نہ کر سکے۔ بلکہ اس کو حق دیا گیا ہے کہ حاکم وقت کی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے طلاق حاصل کر سکے۔ اسے اسلامی اصطلاح میں '' **خلع** '' کہتے ہیں۔ ایسی صورت میں اسے صرف حق مہر چھوڑنا پڑتا ہے۔ لیکن جس طرح مرد کیلئے طلاق کے اختیار کو استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ ہے اور صرف مجبوری کی حالت میں آخری اقدام کے طور پر اس کی اجازت ہے، اسی طرح جو عورت بلاوجہ اپنے خاوند سے '' **خلع** '' طلب کرتی یعنی مانگتی ہے اس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''جو عورت بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے''

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

قانونِ طلاق میں دوسری مصلحت یہ اختیار کی گئی ہے کہ غصے کی حالت میں یا کسی وقتی اور ہنگامی ناگواری میں اس اختیار کو استعمال نہ کیا جائے۔ اسی حکمت کے تحت حالت حیض میں طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے چونکہ ان دنوں میاں بیوی میں باہم کشش نہیں ہوتی اور

عورت کا مزاج بھی طبی نقطہ نظر سے اعتدال پر نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ پاکیزگی کی حالت میں بھی اگر ہم بستری ہو چکی ہے تو اس دوران میں طلاق دینے کی ممانعت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے وہ حاملہ ہو چکی ہو۔ اور چونکہ حاملہ عورت کی مدت عدت ''وضع حمل''، یعنی بچے کی پیدائش تک ہے۔ اس طرح اس کی مدت عدت طویل ہو جائیگی جس سے اس کو تکلیف ہو گی۔ چنانچہ حکم باری تعالیٰ ہے '' فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ '' (سورہ طلاق۔۱) یعنی عورتوں کو ان کی عدت کا خیال رکھ کر طلاق دو۔ پھر حکم ربانی ہوا۔ '' اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ م بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ م بِاِحْسَانٍ '' (سورہ بقرۃ:۲۲۹) ''طلاق دو مرتبہ ہے۔ پھر یا تو عورت کو بھلے طریقے سے روک لیا جائے یا (تیسری مرتبہ طلاق دے کر) عمدہ طریقے سے رخصت کر دیا جائے''۔ یعنی نکاح کا معاملہ ایک دم ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے تین درجے، تین طلاقوں کی صورت میں رکھے گئے ہیں، جو ہر مہینے ایک طلاق دے کر تین مہینوں میں مکمل ہونے چاہئیں۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ کے لفظ '' مَرَّتَانِ '' میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ طلاق دینے کا اصل شرعی طریقہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو طلاق تک نوبت پہنچادی جائے۔ اور وہ بھی بیک وقت اور بیک لفظ نہ ہوں بلکہ دو طہروں (پاکیزگی کی حالت میں دو مہینوں) میں الگ الگ ہوں۔ پھر تیسرے طہر (مہینے) میں یا تو بیوی کو تیسری طلاق دیکر بھلے طریقے سے رخصت کر دیا جائے یا عمدگی سے صلح وصفائی کے ساتھ زندگی گزارنے کیلئے گھر کے اندر رکھ لیا جائے۔ رہی یہ صورت کہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے ڈالی جائیں جیسا کہ آج کل دین کے علم سے بے پروائی اور اس کے احکام سے غفلت کی بنا پر جاہلوں کا عام طریقہ ہے، بلکہ عدالتوں میں بعض پڑھے لکھے عرائض نویس بھی تین طلاق سے کم کو گویا طلاق ہی نہیں سمجھتے، تو یہ سخت گناہ ہے۔ حدیث میں امام نسائی نے بروایت محمود بن لبید نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دی تھیں۔ آپ ﷺ غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا:
'' اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ '' (کیا اللہ کی کتاب سے کھیل کیا جاتا ہے

حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں)۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا: حضور ﷺ میں اس شخص کو قتل نہ کردوں؟ (یعنی صحابیؓ کو بھی یہاں تک غصہ آیا)۔ امام طحاوی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: "اِنَّ عَمَّکَ عَصَی اللّٰہَ فَاَثِمَ وَاَطَاعَ الشَّیْطَانَ" (تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی اور گناہ کا کام کیا اور شیطان کی پیروی کی)۔ اور حضرت عمرؓ سے یہاں تک ثابت ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا تھا آپؓ اس کو درّے لگاتے تھے۔

## طلاق کا صحیح طریقہ:

گویا طلاق کا صحیح طریقہ جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے، یہ ہے کہ عورت کو حالتِ طہر (پاکیزگی) میں، جس میں جماع نہ کیا ہو، ایک طلاق دی جائے، پھر اگر شوہر چاہے تو وہ دوسرے طہر (دوسرے مہینے) میں دوبارہ ایک طلاق دے دے۔ ورنہ بہتر اور پسندیدہ یہی ہے کہ پہلی طلاق پر ہی اکتفا کرے۔ اس صورت میں شوہر کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے کہ عدت (یعنی تین مہینے) گزرنے سے پہلے پہلے جب چاہے رجوع کرلے اور اگر عدت گزر بھی جائے تو موقع باقی رہتا ہے کہ پھر باہمی رضامندی سے دونوں دوبارہ نکاح کرلیں۔ لیکن اگر تیسری طلاق بھی دے دی جائے، تو نہ تو شوہر کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور نہ ہی اس کا موقع رہتا ہے کہ دونوں کا پھر نکاح ہو سکے۔ اس صورت میں اکثر و بیشتر تین طلاقیں دینے والے بعد میں پچھتاتے اور مصیبت جھیلتے ہیں، خصوصاً جب کہ صاحب اولاد بھی ہوں۔[1]

---

۱۔ اس موقع پر تین طلاقیں دینے والے ایک "چور، دروازے" کا بندوبست کرتے ہیں یعنی کسی ایک مرد کو اپنی سابق مطلقہ بیوی سے وقتی نکاح کیلئے تیار کرتے ہیں اور عورت کو چند دنوں کیلئے اس کے نکاح میں دے دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ پرلے درجے کی بے حیائی ہے کہ عورت کو محض حلال اور جائز کرنے کیلئے کسی سے اس کی عصمت دری کرائی جائے۔ اسے اصطلاح میں "حلالہ" کہتے ہیں۔ ایسے نکاح کو "سازشی نکاح" قرار دیا گیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے۔ (تفہیم القرآن) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابن ماجہ، دارقطنی)

﴿۳۵﴾ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ" (رزین)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط کا سا عمل کرے۔

تشریح: "قوم" "لوطؑ سے مراد وہ لوگ ہیں جو "عمورہ" اور "سدوم" کی بستیوں میں رہتے تھے۔ اس قوم کے لوگ عورتوں کی بجائے مردوں سے ہی شہوانی خواہش پوری کرنے لگے تھے حالانکہ قبل ازیں دنیا میں کبھی کسی نے اس طرف توجہ نہ دی تھی اور نہ ہی یہ فعل شنیع کیا تھا، چنانچہ قرآن مجید میں ہے "وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ط اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً" (الاعراف۔ ۸۰تا۸۱) "اور جب لوط (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے (آج تک) نہیں کیا۔ (یعنی) تم مردوں سے اپنی شہوانی خواہش پوری کرتے ہو!" پھر فرمایا "اَلَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ" (سورۃ الانبیاء: ۷۴) وہ قوم انتہائی خبیث کام کرنے والی تھی... مزید فرمایا: "اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ..... بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ" (النمل ۵۴تا۵۵) (کیا تم دیکھتے بھالتے (گندی جگہ میں) فحش کام کرتے ہو؟ ...... بلکہ تم ہو ہی جاہل قوم) سدومیوں کے دور کی اس بدکاری کی بعد میں ایک اور شکل سامنے آئی یعنی عورتوں کا عورتوں سے جنسی تسکین حاصل کرنا۔ اگر اس فعل قبیح کا ارتکاب مرد کریں تو "اغلام بازی" کہلوتا ہے اور اگر عورتیں اس شرمناک فعل کی مرتکب ہوں تو اسے "چپٹی" کہتے ہیں۔ جدید دور میں اس کیلئے "ہم جنس پرستی" (Homosexuality) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، آج کل یہ برائی منظم ہو چکی ہے اور یورپ، امریکہ اور انڈیا میں اس کی تنظیمیں بن چکی ہیں، جو اس حیوانی فعل کو اپنا انسانی حق (Human Rights) سمجھتی ہیں۔ مگر اسلام میں یہ ایک ایسا جرم ہے جس کے

مرتکبین کو سخت سزا دی جانی چاہیے۔ قرآن مجید میں ''ہم جنس پرستوں'' کو ''مجرمین'' قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: '' قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ '' (الزاریات۔ ۳۲ تا ۳۴) (عذاب لانے والے فرشتے) کہنے لگے، ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ان پر نوکیلی پتھریاں برسائیں، جو حد سے گزر جانے والوں کیلئے تمہارے رب کے ہاں سے نشان زدہ ہیں''

پھر فرمایا گیا: '' فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ '' (ھود، ۸۲ تا ۸۳) ''پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اس بستی (سدوم) کو الٹا دیا اور اس پر کھنگر کے پتھر تابڑ توڑ برسائے، جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے ہاں سے نشان زدہ تھا''

دراصل ''ہم جنس پرستی'' کی حرکت ہوتی اسی وقت ہے جب انسان (مرد ہو خواہ عورت) پر شہوانیت جیسی حیوانی خواہش (Animal Instinct) انتہائی غالب ہو کر اسے مدہوش کر دیتی ہے اسی سرشاری و سرمستی کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے، ''لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ '' (الحجر۔ ۷۲) اے نبیؐ! آپ کی جان کی قسم، اس وقت ان پر (شہوت کا) ''نشہ'' چڑھا ہوا تھا۔ جس میں وہ بے قابو اور آپے سے باہر ہو گئے تھے۔

ایسے ہی بہیمانہ جذبات سے مغلوب ہو کر مرد یا عورت بعض اوقات اپنے ہاتھ سے اپنی شہوت کو رفع کرتے ہیں۔ اسے عربی میں '' اِسْتِمْنَا بِالْیَدْ '' فارسی میں ''مشت زنی'' اور اردو میں ''ہاتھ رسی'' یا ''جلق لگانا'' کہتے ہیں۔

اسلام میں یہ غیر فطری عمل بھی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، پیغمبر اسلام ﷺ کا فرمان ہے ''نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُوْنٌ '' (ہاتھ سے شہوت رفع کرنے والا لعنتی ہے) فقہ حنفی کی مشہور

کتاب ''ردالمختار'' میں یہ فعل حرام اور مستلزم سزا بیان کیا گیا ہے، بہر حال از روئے قرآن منکوحہ بیوی اور ملک یمین کے سوا تسکین شہوت کی تمام صورتیں حرام ہیں۔ خواہ زنا، ''استمنا بالید''، ہم جنس پرستی یا وطی بہائم (یعنی جانوروں سے شہوت رانی) ہو۔ صحیح حدیثوں اور صحابہ کرامؓ سے متعدد روایات اور ثابت شدہ سندوں کے ساتھ اس فعل (ہم جنس پرستی) کی حرمت مروی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: فاعل ومفعول دونوں کو قتل کردو چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ نیز فرمایا: اوپر اور نیچے والے دونوں کو سنگسار کردو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (ہم جنس پرست) فاعل ومفعول پر دیوار گرادی۔ حدیث کی کتاب ''دارمی'' میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے یہ سوال ہوا تو آپؓ نے فرمایا: کیا مسلمان بھی ایسا کرسکتا ہے؟ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں کرتا جو بدفعلی کرے مرد سے یا عورت سے اس کی مقعد میں الغرض یہ عمل ایک بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے حضرت لوطؑ کی نافرمان قوم اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب میں گرفتار ہوئی تھی۔ کہ اس پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ پھر ایک زوردار دھما کہ ہوا (**فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ**) (حجر۔۸۳) اور ایک ہولناک زلزلے نے ان کی بستیوں (عمورہ، سدوم، ادمہ، ضبوئم اور ضغر) کو ''**جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا**'' (ہود۔۸۲) تل پٹ کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ جدید زمانے کی طبقات الارضی تحقیقات اور آثار قدیمہ کے مشاہدات کے مطابق بحیرۂ مردار (Dead Sea) کے جنوب مشرق میں جو علاقہ آج انتہائی ویران اور سنسان پڑا ہے۔ وہاں پرانی بستیوں کے کھنڈروں اور سینکڑوں برباد شدہ قریوں کے آثار ملتے ہیں۔ اس علاقے کا سب سے زیادہ آباد اور سرسبز وشاداب حصہ وہ تھا جسے بائبل میں ''سدیم کی وادی'' کہا گیا ہے اور جس کے متعلق بائبل کا ہی بیان ہے کہ ''اس سے پیشتر کہ خداوند نے سدوم اور عمورہ کو تباہ کیا، خداوند کے باغ (عدن) اور مصر کے مانند خوب سیراب تھیں'' (پیدائش، باب ۱۳، آیت ۱۰

)۔ موجودہ زمانے کے محققین کی عام رائے یہ ہے کہ وہ وادی اب بحیرۂ مردار ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ جن بستیوں کے الٹا دیئے جانے اور دھنسا دیے جانے کے بعد وہاں جو سمندر بنا اس کا نام بھی ''بحرِ مُردار'' سے منسوب وموسوم ہو تو ایسے عمل سے کس قدر اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ)

﴿۳۶﴾ ''عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْثِرُوْا ذِکْرَھَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ'' (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لذتوں کو توڑنے والی یعنی موت کو اکثر یاد کیا کرو۔

تشریح: موت کو یاد کرنے سے غفلت دور ہوتی ہے۔ انسان دنیا میں محو ہونے سے باز رہتا ہے اور اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ نیز قناعت پسندانہ زندگی گزارتا ہے۔ آپ ﷺ ہی کا فرمان ہے کہ ''کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرِیْ سَبِیْلٍ'' (دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی پردیسی، اجنبی یا کوئی راہ چلتا مسافر) اسی جذبہ کو پیدا کرنے، بیدار رکھنے اور برقرار رکھنے کیلئے فرمایا: میں تمہیں قبروں پر جانے سے منع کرتا تھا۔ پس اب (اجازت ہے کہ) قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اس لیے کہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (زیارت قبور کی ممانعت میں عموماً سب لوگ اور خصوصاً عورتیں شامل تھیں جنہیں صبر کم ہونے اور جزع فزع زیادہ کرنے کی وجہ سے روکا گیا تھا)۔ اب آپ ﷺ نے رخصت دے دی، البتہ اب بھی شرک کرنا، چراغ جلانا، نوحہ کرنا، گال پیٹنا اور گریبان پھاڑنا ممنوع ہیں۔ پیش نظر رہے کہ زیارت قبور کی مصلحت آخرت کی یاد ہے۔ لیکن اگر مقبروں اور مزاروں کی تزئین کردی جائے تو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد کہاں رہ جائے گی؟ اگر شاہجہان اپنی بیوی کی قبر کو سنگ مرمر سے سجا کر ''تاج محل'' بنادے گا جہاں، لوگ چاندنی راتوں کا لطف اٹھانے اور سیر سپاٹے کیلئے جائیں

گے تو آخرت کی یاد کہاں رہے گی، اس کی کیفیت تو بقول ملکہ نور جہاں یوں ہونی چاہیے ؎

بر مزار ما غریباں نے چراغ نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد، نے صدائے بلبلے

یعنی ٹوٹی پھوٹی قبر کی کیفیت ہونی چاہیے تا کہ ثابت ہو کہ دنیا کے بادشاہ اور ملکہ بھی زیر زمین سما جائیں تو کیا حالت ہوتی ہے! کجا یہ کہ مقبرہ جہانگیر بنایا جائے جہاں لوگ تفریح کیلئے جائیں۔ اسی طرح ''اولیاءُ اللہ'' کے مزاروں کو بھی سادہ رکھنا چاہیے تا کہ جب لوگ ان کی زیارت کیلئے جائیں تو ان کو آخرت یاد آئے اور وہ غور کریں کہ جب اتنے بڑے بڑے بزرگان دین دنیا سے کوچ کر گئے تو ہماری کیا حیثیت ہے؟ کاش ہماری کیفیت یوں ہو ؎

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

﴿۳۷﴾ "عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ" (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت مومن کا تحفہ ہے۔

تشریح: یعنی موت مومن کیلئے تحفہ کی مانند ہے کیونکہ اس کے سبب دنیا کی مشکلات سے نجات پاتا اور آخرت کے ثواب اور درجات کو حاصل کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس کی مثال یوں فرمائی ہے: مومن کی مثال کھیتی کے نرم و نازک پودے کی سی ہے۔ اس کو ہوا جھکاتی ہے۔ کبھی نیچے گرا دیتی ہے اور کبھی سیدھا کر دیتی ہے یہاں تک کہ اس کو موت آجاتی ہے۔ (بخاری مسلم)

دوسری حدیث میں فرمایا: مومن مرد اور مومنہ عورت کو اس کی جان و مال اور اولاد میں مصیبت پہنچتی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں چلے جاتے ہیں۔ البتہ ساتھ ہی یہ نوید سنائی گئی کہ ''مسلمان کو جو بھی رنج، دکھ، فکر اور غم پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ کانٹا بھی لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس پر ایک گناہ بھی نہ ہوگا''۔ شاید اسی لیے آپ ﷺ نے ''موت'' کو مومن کیلئے تحفہ قرار دیا ہے اور ''وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللهِ'' کہہ کر اللہ کی ملاقات کیلئے ابتدائی شرط قرار دیا ہے۔ البتہ اس ''تحفہ'' کو حاصل کرنے میں جلدی کرنے اور موت کی آرزو کرنے سے منع کیا ہے کہ اگر وہ نیک ہے تو شاید نیکی میں اضافہ کرے اور اگر بداعمال ہے تو ممکن ہے توبہ کرے۔ (بخاری)

''موت'' مومن کیلئے ''تحفہ'' اس لحاظ سے بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھے، اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے، اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو سب ہی موت سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، مومن شخص کی موت کا جب وقت آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی طرف سے اکرام کی خوش خبری دی جاتی ہے تب اس کیلئے ''موت'' سب سے محبوب چیز ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کا دیدار کس قدر لذیذ چیز ہے، اس کا اندازہ موسیٰؑ کلیم اللہ کے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپؑ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کیلئے کوہ طور پر تشریف لے جایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی میں اس قدر لطف تھا کہ آخر کار ایک دن اس کے دیدار کی تمنا کا اظہار کر دیا۔

﴿۳۸﴾ ''عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ وَلَمْ يُغَرْغِرْ'' (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ بندے کو غرغرہ لگنے (موت کا یقین ہونے) تک اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

تشریح: یعنی اگر انسان موت کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے کسی بھی وقت توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے البتہ موت کی علامات ظاہر ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ثابت ہوا کہ جب تک دم میں دم ہے گنہگار بندے کی بخشش کا سامان موجود ہے۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرنا جس کی وسعت کا حال یہ ہے کہ جب تک قیامت کی سب سے بڑی علامت ظاہر نہیں ہو جاتی (یعنی سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا) یا انسان کی سانس نہیں اکھڑ جاتی (جو موت کی علامت ہے) توبہ قبول ہوتی رہے گی۔ بقول شاعر ؎

نَفَس کی آمد و شد ہے نمازِ اہل حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو! قضا سمجھو

پیش نظر رہے کہ از روئے حدیث ”تمام بنی آدم (یعنی انسان) خطا کار ہیں مگر بہترین خطا کار (انسان) وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔ بقول شاعر ؎

انسان خطا کا پتلا ہے انسان بھٹک بھی جاتا ہے
جب ٹھوکر لگتی ہے اس کو پھر تیرے ہی در پہ آتا ہے

چنانچہ دوسری حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ اس مومن (انسان) سے بہت خوش ہوتا ہے جو اگر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو توبہ کرتا ہے“۔ رحمت خداوندی دیکھئے کہ فرمان رسول ﷺ ہے ”گناہوں سے توبہ کرنے والا (انسان) ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو“۔ بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی کا اندازہ اس حدیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے جس میں یہ مثال بیان ہوئی ہے کہ ایک مسافر جنگل میں اپنی سواری پہ سفر کر رہا تھا۔ اس سواری (گھوڑا یا اونٹ وغیرہ) پہ اس آدمی کے کھانے پینے کا سامان بھی تھا۔ وہ شخص سواری سے

اتر کر کچھ دیر ستانے کیلئے زمین پر لیٹ گیا اور سواری کو پاس کھڑا رہنے دیا۔ اچانک آنکھ کھلی تو سواری کو غائب پایا تلاش بسیار کے باوجود گم شدہ سواری نہ ملنے پر مایوس ہو کر موت کے انتظار میں دوبارہ لیٹ گیا (چونکہ سواری کے ساتھ سامان زندگی یعنی خورد و نوش بھی جاتا رہا تھا) کچھ دیر کے بعد اچانک اس کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی گمشدہ سواری اس کے پاس کھڑی ہے۔ اس نے اچھل کر سواری کی مہار پکڑ لی اور خوشی سے جھوم کر بے اختیار اور بے قابو ہو کر کہہ اٹھا "الٰہی! تو میرا بندہ ہے۔ میں تیرا رب ہوں (یعنی حقیقت حال ہی بھول گیا) جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندے کی توبہ سے اس بھی زیادہ خوشی سے سرشار ہوتا ہے۔ واہ! واہ! کیا کہنے ہیں اللہ تعالیٰ کی شان بخشش کے؟ حدیث قدسی میں تو ارشاد باری تعالیٰ یوں ہوا کہ اے آدمؑ کے بیٹے! اگر مجھ سے تیری ملاقات اس حالت میں ہو کہ تو زمین بھر کر خطائیں لے کر آئے البتہ شرک نہ کیا ہو تو میں بھری زمین کے برابر بخشش لے کر تجھ سے ملوں گا۔ اے آدمؑ کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے امید رکھے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا اگر چہ تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں چونکہ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں بشرطیکہ تو مجھ سے بخشش مانگتا رہے۔ واقعی اللہ ارحم الرحمین ہے اور اسے کسی کی کوئی پروا نہیں۔ حدیث میں ہے " اِنَّ اللّٰهَ يَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا وَّلَا يُبَالِي " (ترمذی) "یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے اور اسے کوئی پروا نہیں ہے" تاہم فرمان رسول ﷺ " لَا يَمُوتَنَّ اَحَدُكُم اِلَّا هُوَ يُحسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ " (تم میں سے ہر شخص کو اس حالت میں موت آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو) کی کیفیت مطلوب ہے چونکہ حدیث قدسی میں فرمان رب تعالیٰ ہے کہ "میرا بندہ میرے ساتھ جیسا عقیدہ رکھتا ہے۔ میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں" (مسند احمد)

مستحضر رہے کہ ہم میں سے بعض حضرات انتہائی غیر محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں اور بات بات پہ لوگوں کی تکفیر اور جہنمی ہونے کے فتوے دینے لگتے ہیں۔ حالانکہ

ہر بات پہ دیتا ہے تو تکفیر کے فتوے
''اسلام'' تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے

چنانچہ مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ''ایک شخص نے کہا! اللہ کی قسم، اللہ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کون شخص مجھ پر ایسا گمان کرتا ہے کہ میں فلانے کو نہیں بخشوں گا۔ پس میں نے فلاں شخص کو بخش دیا اور تیرے اعمال ضائع کردیئے۔ (العیاذ باللہ) دیگر حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس شخص نے مجھ کو بخشنے پر قادر جانا تو میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں اور اس کے گناہوں کی مجھے پروا نہیں جب تک کہ وہ شرک نہ کرے۔ (شرح السنہ) اللہ کی بخششِ عامہ کا تو یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور ہر دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔ (مسلم)

بس اعتراف گناہ و توبہ مطلوب ہے تاکہ آئندہ کیلئے گناہوں سے باز آجائے، الغرض رحمت و بخشش باری تعالیٰ اس قدر بے کنار ہے کہ حدیث میں آتا ہے: شیطان نے اپنے رب سے عرض کی۔ اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم، میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسم میں جان ہے، پس اللہ رب العالمین نے فرمایا: مجھے اپنے جلال و عظمت اور بلند رتبہ کی قسم، میں بھی ان کو ہمیشہ بخشتا رہوں گا جب تک وہ (یعنی میرے بندے) مجھ سے بخشش مانگتے (اور توبہ کرتے) رہیں گے۔ (مسند احمد)

سُبحَانَ اللہِ مَا اَعظَمُ شَأنُہ۔ (کس قدر بلند ہے اس اللہ پاک کی شان!)

﴿۳۹﴾ ''عَن عَبدِاللہِ بنِ عَمرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ اِنَّ مِن خِیَارِکُم اَحسَنُکُم اَخلَاقًا'' (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق بہترین ہیں۔

تشریح: یعنی جولوگ حقوق اللہ کے ساتھ حق [illegible]
[illegible] وق العباد کا خیال رکھنے والے بھی ہیں اور تمام
عمدہ عادا [illegible]
[illegible] یے نرم خوئی، خندہ روئی اور حیا وغیرہ کے حامل ہیں۔ حسن خلق کی تربیت حاصل کرنے کیلئے معیار اور منہج کچھ یوں ہے کہ اعلیٰ ترین اخلاق (صفات واطوار و عادات) تو ذات باری تعالیٰ میں موجود ہیں، اسی لیے ''تخلقو باخلاق اللہ'' کی تاکید کی گئی ہے، یعنی اپنے کردار میں صفات الٰہی کی جھلک پیدا کرو، مثلاً اللہ تعالیٰ ''الرحمن الرحیم'' ہے۔ لہٰذا تم بھی اپنے کردار میں رحیمانہ صفات و عادات پیدا کرو۔ اور مخلوق سے، جس کے بارے میں فرمایا گیا: ''اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللہِ'' (مخلوق اللہ کا کنبہ ہے)، رحیمانہ برتاؤ اور سلوک کیا کرو۔ چونکہ

یہ پہلا سبق تھا کتاب ھدیٰ کا
ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا
خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

اسی طرح اللہ تعالیٰ ''الکریم'' ہے۔ یعنی بندوں کو تکریم بخشنے والا ہے۔ چنانچہ صاحب یٰسین ''حبیب نجار'' کو جب توحید کے پرچار پر مار مار کر شہید کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ایسا اکرام کیا گیا کہ وہ بے ساختہ کہہ اٹھا: ''یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۰ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ'' (سورہ یٰسین۔ ۲۶ تا ۲۷) ''کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور میرا اکرام کیا'' اس لیے تمام انسانوں کی تکریم کی جائے خصوصاً ''اکرام مسلم'' کی تو ضرور عادت اپنائی جائے علیٰ ھذا القیاس...... پیغمبر اسلام ﷺ بھی اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز تھے بفحوائے عبارت قرآنی: ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' (سورہ قلم۔ ۴) ''بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں'' آپ ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے: ''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاِخْلَاقِ'' (مجھے

حسن اخلاق کی تکمیل کیلئے معبوث کیا گیا ہے) اور حضرت عائشہؓ نے بھی فرمایا کہ "کَانَ خُلُقُهُ القُرآنَ" (آپ ﷺ کا خلق سراپا قرآن تھا) یعنی آپ ﷺ نے تمام قرآنی احکام سے اپنے برتاؤ، سلوک اور عادات کو سنوارا اور مجسم قرآن کا نمونہ پیش کیا۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنے اخلاق و عادات کو اسی نہج پر ڈھالنا چاہیے تاکہ

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

کا مصداق بن جائیں۔ حسن اخلاق کے سلسلہ میں قرآنی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ "اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ" (حٰمٓ السجدة۔۳۴) یعنی انتہائی حسن سلوک کا مظاہرہ کرو پس جو تمہارا دشمن تھا وہ تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ کو دیکھئے! کوڑا کرکٹ پھینکنے والی عورت سے انتقام لینے کی بجائے اس کی عیادت فرما رہے ہیں۔ یہودی آپ ﷺ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر بل دے رہا ہے مگر آپ ﷺ خندہ پیشانی اور نرم خوئی سے پیش آرہے ہیں۔ نتیجتاً آپ ﷺ کے بلند ترین اخلاق سے متاثر ہو کر یہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے سبحان اللہ! مگر بالفاظ قرآنی "وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ" (حٰمٓ السجدة۔۳۵) "اور یہ اعلیٰ اخلاق کا مرتبہ تو اسی کو ملتا ہے جو بڑا صاحب نصیب ہے"۔

﴿۴۰﴾ "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ" (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

تشریح: "شہید" کے لغوی معنی "حاضر" اور "گواہ" کے ہیں۔ جبکہ اصطلاحاً "اللہ کی راہ

میں مقتول'' کو'' شہید'' کہا جاتا ہے۔اس لیے کہ مجاہد اپنی جان سے گزر کر زبانی گواہی کی بجائے بِنَفسِہٖ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اس کا دین (اسلام) سچا دین ہے اور اس کے نبی آخر الزماں سچے نبی ﷺ ہیں۔لہٰذا ان سچائیوں کی گواہی میں اگر سب سے قیمتی متاع'' جان'' بھی قربان کرنا پڑے تو پروا اور مضائقہ نہیں۔ بلکہ

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

البتہ

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
اس جان کی کوئی بات نہیں یہ جان تو آنی جانی ہے

تاہم یہ کوئی معمولی مرحلہ نہیں ہے چونکہ

چوں می گویم مسلمانم بہ لرزم
کہ دانم مشکلاتِ لاالٰہ را

(جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو کانپ جاتا ہوں چونکہ میں جانتا ہوں کہ تمام جھوٹے معبودوں کی نفی کرنا کس قدر مشکل کام ہے)

لہٰذا جس طرح دین اسلام کو زندہ رکھنے کیلئے شہیدوں کو جان تک سے گزرنا پڑتا ہے، اسی طرح امت کی بے راہ روی کے دور میں'' سنت'' کو رواج دینے اور اس پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونے میں بڑی مشقت ہے اسی لیے اتنے کثیر ثواب (یعنی سو شہیدوں کے برابر ثواب) کی خوشخبری دی گئی ہے۔

'' فَسَادِ اُمَّتْ '' کی نشانیاں تو بہت بیان کی گئی ہیں لیکن ایک جامع حدیث میں جو علامات بیان کی گئی ہیں ان میں سے بیشتر دور حاضر میں نمودار ہو چکی ہیں۔ متن حدیث کچھ یوں ہے:

۱۔ .......جب زکوۃ کو تاوان (ٹیکس) سمجھا جانے لگے۔

۲۔ جب غیر دینی علوم پڑھے جائیں۔ (آج کل سارا زور دنیاوی علوم انگریزی، سائنس، کامرس وغیرہ پہ ہے اور دینی علوم تفسیر و حدیث وفقہ کی بے قدری ہے)

۳۔ آدمی جب اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے۔

۴۔ اپنے دوست کو نزدیک کرے اور اپنے باپ کو دور رکھے۔

۵۔ مساجد میں اونچی آوازوں سے گفتگو (مباحث و شور شرابہ) ہونے لگے۔

۶۔ فاسق وفاجر شخص سردار بن جائے۔

۷۔ قوم کا پیشوا (وزیر اعظم یا صدر وغیرہ) ذلیل و کمینہ شخص ہو۔

۸۔ (شریر) آدمی کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے۔

۹۔ گانے بجانے والیاں اور باجے (آلات موسیقی) ظاہر ہوں۔

۱۰۔ شراب پی جائے اور اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو بُرا کہیں۔

اس پُرفتن دور کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عبادت'' کا ثواب ''ہجرت'' کے ثواب کے برابر ہوگا۔ اس لیے کہ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق:

''یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اَلصَّابِرُ فِیْهِمْ عَلٰی دِیْنِهٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ'' (ترمذی)

(لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ جس میں دین پر ثابت قدم رہنے والا، اپنی مٹھی میں انگارہ (دہکتا ہوا کوئلہ) پکڑنے والے کی طرح ہوگا)۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری ایک سنت کو زندہ کیا۔ اس کیلئے ثواب ہے مانند ان لوگوں کے جنھوں نے اس پر عمل کیا اور جس نے کوئی گمراہ کن بدعت نکالی... اس پر ان تمام لوگوں کے مانند گناہ ہے جنھوں نے اس پر عمل کیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے'' .......میرے بعد تم بہت سا اختلاف دیکھو گے لہٰذا لازم

پکڑو میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اور بچو نئی نئی باتوں سے۔ یقیناً ہر نئی بات "بدعت" ہے اور ہر "بدعت" گمراہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: جس کو موت آئی جبکہ وہ علم کو تلاش کر رہا ہوتا کہ اس کے ساتھ اسلام کو زندہ کرے۔ اس کے اور انبیاءؑ کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (دارمی)

اس زبردست مقام و مرتبہ کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسلام اپنے آغاز میں اجنبی تھا اور اسی طرح آخر میں (یعنی قرب قیامت میں) اجنبی ہو جائے گا"۔ اب جو اس کو نئے سرے سے زندہ کرے یعنی رواج عام دے۔ اس کیلئے زبردست اجر و ثواب ہوگا۔ وَاللهُ اَعۡلَمُ۔

پکڑو میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اور بچو نئی نئی باتوں سے۔

یقیناً ہر نئی بات "بدعت" ہے اور ہر "بدعت" گمراہی ہے۔ (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: جس کو موت آئی جبکہ وہ علم کو تلاش کر رہا ہوتا کہ اس کے ساتھ اسلام کو زندہ کرے۔ اس کے اور انبیاءؑ کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (دارمی)

اس زبردست مقام و مرتبہ کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسلام اپنے آغاز میں اجنبی تھا اور اسی طرح آخر میں (یعنی قرب قیامت میں) اجنبی ہو جائے گا"۔ اب جو اس کو نئے سرے سے زندہ کرے یعنی رواج عام دے۔ اس کیلئے زبردست اجر و ثواب ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

# لا حاصل گناہ

(ماخوذ از ''گناہ بے لذّت''، تحریر: مفتی محمد شفیعؒ)

درج ذیل کام ایسے ہیں کہ ان سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا البتہ بندہ بہت سے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیتا ہے اور ان کے تاوان میں اپنی نیکیاں گنوا بیٹھتا ہے۔

### ۱۔ عیب تلاش کرنا:

قرآن حکیم میں ہے کسی کے پوشیدہ عیب تلاش نہ کرو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچاؤ ان کے عیب نہ ڈھونڈو اور گذشتہ گناہوں پر شرمندہ نہ کرو۔ جو کسی مسلمان کے عیب ڈھونڈتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب ڈھونڈنے لگتا ہے اور جس کے عیب اللہ تعالیٰ ڈھونڈے قریب ہے کہ اس کو رسوا کرے۔

### ۲۔ چھپ کر کسی کی باتیں سننا:

حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی سے اپنی بات چھپانا چاہے اور کوئی دوسرا شخص حیلہ بہانہ سے اس کو سنے تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

### ۳۔ نسب کی وجہ سے کسی کو طعنہ دینا:

یہ بھی گناہِ بے لذّت ہے اور عام لوگ غفلت سے اس میں مبتلا ہیں وہ بہت سی قوموں اور پیشوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں۔ جیسے کسی کو نائی کا، قسائی کا یا جولاہے کا کہنا۔ حدیث میں ہے دو چیزیں ایسی ہیں جن کا ارادہ کرنا بھی کفر ہے۔ ایک لوگوں کے نسب پر طعنہ مارنا۔ دوسرے میت پر نوحہ کرنا یعنی چلا چلا کر رونا۔

**۴۔ اپنے اصل نسب کو چھوڑ کر دوسرا نسب ظاہر کرنا:**

جیسے کوئی خود کو صدیقی، سید یا قریشی کہلوائے حالانکہ وہ کسی اور قوم سے ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے باپ کا نسب چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے تو جنت اس پر حرام ہے۔ (یہ دونوں باتیں کس قدر خطرناک ہیں یعنی محنت کشوں اور دستی پیشہ ور لوگوں کو مُصلّی، دیندار یا کمّی کہہ کر حقیر سمجھنا اور طعنہ دینا نیز ان محنت کش قوموں کے افراد کا طعنوں سے بچنے کیلئے اپنی قوم کو بدل ڈالنا جبکہ یہ کام جنت جیسی عظیم نعمت اور کامیابی سے محرومی کا سبب ہے۔ (العیاذ باللہ)

**۵۔ گالیاں بکنا:**

احادیث سے ثابت ہے کہ مسلمان کو گالی دینا بہت بڑا گناہ ہے بلکہ کسی کافر یا جانور کو بھی گالی دینا حرام ہے۔ پھر گالی دینے میں اگر کسی کی ماں بہن کی طرف کوئی جھوٹا فعل منسوب کیا جائے تو یہ بہتان ہوگا جو دوسرا بڑا گناہ ہے۔ (ہمارے ہاں تکیہ کلام کے طور پر کسی کو حرام زادہ یا حرام زادی کہہ دیا جاتا ہے جس سے اس کی ماں کی طرف زنا کی نسبت ہوتی ہے جو بہتان ہے)۔

حدیث میں ہے جو شخص کسی کو ایسا عیب لگائے جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں اس وقت تک روکے رکھے گا جب تک وہ گالی اور بہتان کی سزا نہ بھگت لے۔

**۶۔ لعنت کرنا:**

لعنت کے معنی ہیں کسی کو اللہ کی رحمت سے دور کرنا یا دوزخی کہنا۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص پر لعنت کی جائے اگر وہ لعنت کا مستحق نہ ہو تو یہ لعنت کہنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ اسی لیے کسی پر بلا تحقیق لعنت کرنا حرام ہے اور حدیث میں ہے مومن پر لعنت کرنا ایسا گناہ ہے جیسے اس کو قتل کر دینا۔

## ۷۔ چغل خوری:

کسی کا عیب دوسروں پر ظاہر کرنا چغلی اور غیبت ہے جو کبیرہ گناہ ہے۔ پھر اگر وہ عیب سچا نہ ہو یا اس میں کمی بیشی کی جائے تو یہ بہتان ہوگا جو ایک مزید کبیرہ گناہ ہے حدیث میں ہے:

۱۔ وہ بدترین لوگ ہیں جو لگائی بجھائی کرتے اور دوستوں میں فساد ڈلواتے ہیں۔

۲۔ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

۳۔ جھوٹ منہ کالا کرنے والا ہے۔ اور چغلی عذاب قبر ہے۔

## ۸۔ بُرے ناموں سے پکارنا:

بُرے ناموں سے لوگوں کو پکارنا اور چرچا کرنا سخت گناہ ہے جیسے کسی کو کالا، کبڑا، گنجا یا کانا وغیرہ کہنا۔ قرآن مجید میں ہے کہ ایمان لانے کے بعد کسی کا بُرا نام رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔

## ۹۔ فضول گفتگو:

انسان جتنے کام یا کلام کرتا ہے وہ مفید (جس میں دین و دنیا کا کوئی فائدہ ہو) مضر (جس میں دین و دنیا کا نقصان ہو) یا بے فائدہ (جس میں نہ فائدہ ہو نہ نقصان) ہوتے ہیں۔ اس تیسری قسم کو حدیث میں لایعنی گفتگو سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ وہ وقت جو بے فائدہ کام یا کلام میں صرف کیا گیا اگر اس میں ایک دفعہ سبحان اللہ کہہ لیتے تو میزان عمل کا آدھا پلڑا ابھر جاتا۔ کوئی اور مفید کام کرتا تو گناہوں کا کفارہ اور نجات آخرت کا ذریعہ بنتا۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ قیامت کے دن حسرت اور شرمندگی کا باعث ہوگی۔ قرآن پاک میں ہے کہ مومن بندے بیہودہ گفتگو سے اجتناب کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا۔

## ۱۰۔ مسلمان کا مذاق اڑانا:

یہ گناہ کبیرہ ہے اور مسلمان غفلت و بے پروائی سے اس میں مبتلا ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کوئی قوم کسی قوم سے ٹھٹھہ نہ کرے شاید وہ ان سے بہتر ہو اور عورتیں، عورتوں سے تمسخر نہ کریں شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔ ٹھٹھہ کی کئی صورتیں ہیں مثلاً کسی کی نقل اتارنا، کسی کے قول و فعل پہ ہنسنا۔

آنکھ یا ہاتھ پیر سے کسی کے عیب کا اظہار کرنا حدیث میں ہے کہ ایک شخص کی ہوا خارج ہوگئی۔ لوگ ہنسنے لگے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ جو کام خود کرتے ہو، اس پر کیوں ہنستے ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کسی شخص کو اس کے متروک گناہ پر شرمندہ کرے وہ موت سے پہلے خود اس گناہ میں مبتلا ہو جائیگا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کو جنت کی طرف بلایا جائیگا۔ اس طرح برابر دروازے کھولے اور بند کیے جائیں گے یہاں تک کہ وہ مایوس ہو جائیں گے۔

# مفت کی نیکیاں

درج ذیل احادیث کی روشنی میں بعض کام ایسے ہیں کہ ان کیلئے کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی اور مفت میں ڈھیروں نیکیاں بھی مل جاتی ہیں۔

(ا) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ماں باپ کی تابع فرمان اولاد، جو اپنے ماں باپ کو شفقت و محبت کی نگاہ سے دیکھے اسے اللہ تعالیٰ ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرما دیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اگر چہ ہر روز سو مرتبہ دیکھے! فرمایا: اللہ بہت بڑا اور نہایت پاک ہے۔ (بیہقی)

تشریح: مذکورہ بالا حدیث میں بیان کردہ کثیر اجر و ثواب بظاہر حیران کن ہے۔ لیکن یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں بھی خود اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد سب سے پہلا حکم والدین کے ساتھ ''حسن سلوک'' کا دیا ہے۔ اور یہ ایسا حکم ہے جو صرف یک مرتبہ نہیں دیا بلکہ بار بار اسے دہرایا ہے اور متعدد بار بیان فرمایا ہے۔ جیسے

(i) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کرنا۔ (البقرۃ۔۳)

(ii) اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ احسان بھرا سلوک کرو۔ (النساء۔۳۲)

(iii) کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا۔ (الانعام۔۱۵۱)

(iv) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

(البتہ اے انسان) اگر وہ تجھ سے اس بات میں جھگڑا کریں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ (العنکبوت۔۸۰)

اس حسن سلوک کی حد یہاں تک فرمائی کہ " فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ " (پس ان کو اف تک نہ کہو) بلکہ " وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ " (بنی اسرائیل۔۲۳تا۲۴) "اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو" کا حکم دیا۔

چنانچہ وہ شخص کس قدر خوش نصیب جسے قرآن و حدیث کے ان فرمودات پہ عمل پیرا ہونے کی سعادت مل جائے۔

(۲) حضرت محمد بن نعمانؓ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اسے نیکو کاروں میں لکھا جاتا ہے۔

نوٹ: والدین کسے پیارے نہیں ہوتے! ان کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد اولاد کیلئے سوائے اس کے کوئی متبادل نہیں ہوتا کہ ان کی بجائے ان کی قبروں کی زیارت سے اپنا سینہ ٹھنڈا کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ ان کی زیارت قبور سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے چین کے ساتھ ساتھ بخشش کی نوید بے پایاں عطا فرما دی۔ سبحان اللہ! "آم کے آم گٹھلیوں کے دام" اور "ہم خرما و ہم ثواب" والا معاملہ ہے۔ چنانچہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو زندگی میں ان کی زیارت چشم رحمت سے کرنے تو مقبول حج کا ثواب پائے۔ (جیسا کہ ماقبل حدیث میں بیان ہوا ہے) اور وفات کے بعد ان کی قبروں کی زیارت کرے۔ اگر وہ حالت توحید میں فوت ہوئے ہیں یعنی نہ تو غیر اللہ کو پکارتے تھے اور نہ غیر اللہ کے نام کی زندہ و نیاز دیتے تھے تو ان کیلئے مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا کرے بصورت دیگر صرف زیارت ہی کرے تو بھی "من جانب اللہ" بخشش کا تحفہ اور پروانہ حاصل کرے۔ آمین!

(۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائیں گے۔

اے آدمؑ کے بیٹے! میں بیمار ہو گیا تھا، تو نے میری بیمار پرسی نہ کی وہ عرض کرے گا۔ اے پروردگار! میں تیری بیمار پرسی کیسے کر سکتا تھا جبکہ تو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اللہ فرمائے گا۔ تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا۔ تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی! تجھے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا، تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

(مسلم، ریاض الصالحین)

حضرت ثوبانؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی مزاج پرسی کرتا ہے تو وہ جنت کے پھلوں کے چننے میں مصروف ہو جاتا ہے اور واپس آنے تک جنتی میوے سمیٹتا رہتا ہے۔ (مسلم)

(۴) حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا کہ جو مسلمان کسی (بیمار) مسلمان کی بیمار پرسی کیلئے صبح کے وقت جاتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے (اللہ تعالیٰ سے) بخشش مانگتے رہتے ہیں اور جب وہ (بیمار) کی مزاج پرسی کیلئے شام کے وقت جاتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کیلئے جنتی پھلوں کا ذخیرہ کیا جاتا رہتا ہے۔ (ترمذی، ریاض الصالحین)

(۵) حضرت عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیماریوں کا ذکر کیا اور فرمایا: مومن شخص کو جس وقت بیماری پہنچتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے عانیت عطا فرما دیتا ہے تو یہ بیماری اس کے پہلے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور آئندہ زمانہ میں اس کیلئے نصیحت ہوتی ہے... ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بیماری کیا ہوتی ہے؟ اللہ کی قسم، میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے دمیان سے اٹھ جاؤ، چونکہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔ (یعنی آپ نے بیماری کو برا سمجھنے والوں سے بیزاری کا اظہار کیا)۔

(۶) حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت تم مریض کے پاس جاؤ تو اسے جینے کا حوصلہ دلاؤ اور دلاسا دو اس لیے کہ یہ بات مقدر کو تو نہیں پھیرتی لیکن اس کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

(۷) حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے آدمی پر رحم کرے جو نرمی کرتا ہے جب سودا بیچتا ہے اور خریدتا ہے اور جب (قرض وغیرہ کا) تقاضا کرتا ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف)

(۸) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے زمانے کے ایک آدمی کے پاس فرشتہ موت آیا تاکہ اس کی روح قبض کرے۔ اس سے کہا گیا، تو نے کوئی نیک عمل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ مجھے تو کچھ یاد نہیں اس سے کہا گیا۔ اچھی طرح غور کر کے یاد کرو۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو صرف اتنا یاد ہے کہ جب میں دنیا میں خرید وفروخت کرتا تھا تو مالدار سے حسن سلوک کرتے ہوئے اسے مہلت دیتا اور تنگ دست سے درگزر کر جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (اس نرم رویہ کے باعث) اسے جنت میں داخل کر دیا۔ (بخاری ومسلم)

(۹) حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جنت میں (شیشے اور بلور کے شفاف) بالا خانے ہیں۔ جن میں سے باہر کی چیزیں اندر سے نظر آتی ہیں اور اندر کی چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں۔ ان بالا خانوں کو اللہ نے ہر اس شخص کیلئے تیار کیا ہے جو نرم گوئی سے کام لیتا ہے۔ (ترمذی۔ بیہقی) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں فرمایا: اے عائشہؓ! تو نرم خوئی کو لازم پکڑ۔ (بخاری ومسلم) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو نرمی سے حصہ دیا گیا اسے دنیا وآخرت کی بھلائی کا حصہ دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو بتلاؤں آگ پر کون شخص حرام ہے (یعنی کون جنتی ہے) ہر نرم مزاج، نرم خو، نرم طبع اور لوگوں کیلئے آسانیاں پیدا کرنے والا۔ (احمد، ترمذی) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مسلمان افضل شخص ہے جو لوگوں سے مل جل کر رہتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو کہتے سنا: مومن اپنے حسن خلق سے رات کو قیام کرنے والے (یعنی تہجد گزار) اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔ (ابوداؤد)

## آداب سلام:

حضرت عمرانؓ بن حصین بیان کرتے ہیں کہ دور جاہلیت میں ہم ملاقات کے وقت کہا کرتے تھے۔ "اَنعَمَ اللّٰہُ بِکَ عَینًا وَ اَنعِمْ صَباحاً" (اللہ تیری وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور تو صبح کے وقت نعمتوں میں رہے) "فَلَمَّا کَانَ الاِسلامُ نُهِینَا عَنْ ذٰلِکَ" (جب "اسلام" آ گیا تو ہمیں اس سے روک دیا گیا)

گویا یہ ایسے ہی ہے جیسے آج کل بھی کوئی "گڈ مارننگ" کہتا ہے کوئی "صبح بخیر" کہتا ہے کوئی کہتا ہے "آداب عرض ہے" اور کوئی کہتا ہے "کورنش بجالاتا ہوں"۔ مگر اسلام نے ایک ہی کلمہ "السلام علیکم" سکھایا ہے جو سلامتی کی دعا ہے۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (ترمذی، احمد، ابوداؤد)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے۔ کہا: ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: السلام علیکم: آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا پس وہ بیٹھ گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر دوسرا آیا اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا پس وہ بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیس نیکیاں لکھی گئیں۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا پس وہ بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیس نیکیاں لکھی گئیں۔ (ترمذی، ابوداؤد) اور حضرت معاذ بن انسؓ کی روایت میں مزید ہے کہ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ، آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس نیکیاں ہوئیں۔ اور فرمایا: اسی طرح فضائل اور ثواب بڑھتا جاتا ہے۔ (ابوداؤد) حضرت عطا خراسانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے مصافحہ کرو۔ اس سے دلوں کا کینہ جاتا رہتا ہے۔ اور ایک دوسرے کو تحفے بھیجا کرو۔ آپس میں محبت ہوگی اور دشمنی جاتی رہے گی۔ (مالک)

چنانچہ حضرت جابرؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ ''کلام سے پہلے سلام کہو''۔ حضرت قتادہؓ کی روایت میں ہے ''جس وقت گھر میں داخل ہو سلام کہو جب گھر سے نکلو سلام کہو''۔ اور حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بیٹے! یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کیلئے باعث برکت ہے۔

اسی طرح دوسری حدیث میں کہ بہترین اسلام یہ ہے کہ ''السلام علیکم'' کو عام کیا جائے اور واقف و ناواقف سب کو سلام کہا جائے۔ (بخاری و مسلم) چنانچہ طفیل بن ابی بن کعب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ محض سلام و دعا کیلئے بازار جاتے' نہ بیچتے' نہ خریدتے' نہ اسباب پوچھتے' نہ بھاؤ چکاتے' نہ کسی بازاری مجلس میں بیٹھتے البتہ ہر کسی کو السلام علیکم کہتے۔ (بیہقی) حضرت جابرؓ کی ایک روایت میں ہے کہ سلام کہنے میں بخل کرنے والا شخص سب سے بخیل ہے' جبکہ پہلے سلام کہنے والا تکبر سے بری اور لوگوں میں اللہ سے زیادہ نزدیک ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) (تاہم غیر مسلموں کو سلام کہنے میں پہل نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ جب وہ سلام کہیں تو جواب میں ''وعلیکم'' کہہ دیں)۔ (بخاری و مسلم) سہل بن معاذ کی اپنے والد سے بیان کردہ روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ سلام کہنے والے کے دل کو ایمان اور امن و سکون سے بھر دیگا۔ (ابوداؤد)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو مسلمان جب آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ اس قدر جھڑ جاتے ہیں کہ کوئی گناہ باقی نہیں رہ جاتا۔ (بیہقی) اور کہا رسول اللہ ﷺ نے ''جس وقت دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو الگ ہونے سے پہلے پہلے دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ جس وقت دو مسلمان باہم ملیں اور مصافحہ کریں نیز اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں اور اس سے بخشش چاہیں تو ان کو بخش دیا جاتا ہے۔

نوٹ: مصافحہ کرنے کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی سنت یہ ہے کہ آپ ﷺ بڑی گرم

جوشی سے ہاتھ ملاتے تھے اور جب تک دوسرا شخص گرفت ڈھیلی نہ کرتا یا ہاتھ نہ چھوڑتا، آپ ﷺ فریق ثانی کا ہاتھ نہ چھوڑتے تھے۔ (جس سے باہمی محبت کا احساس بڑھتا ہے)۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ........ تیرا اپنے (مسلمان) بھائی سے مسکراتے ہوئے ملاقات کرنا نیکی اور صدقہ ہے۔ (احمد۔ترمذی)
حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا اپنے (مسلمان) بھائی کے روبرو خندہ روئی سے پیش آنا صدقہ (نیکی) ہے......راستہ بھولے ہوئے کو راستہ دکھانا صدقہ ہے۔ کمزور نظر والے آدمی کی مدد کرنا صدقہ ہے۔ راستے سے پتھر، کانٹا اور ہڈی (یعنی ایذا دینے والی چیز) کو دور کر دینا صدقہ ہے اور اپنے برتن سے اپنے (مسلمان) بھائی کے برتن میں پانی ڈالنا (یعنی پانی پلانا یا کسی کو پانی کی دستیابی کی سہولت دینا) صدقہ ہے۔ (ترمذی) حضرت ابو برزہؓ سے روایت ہے میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھ کو کوئی ایسی بات بتلائیں جو نفع بخشے اور فائدہ پہنچائے۔ فرمایا: مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف والی چیز کو ہٹا دے۔ (مسلم) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک شخص کو دیکھا ہے جو اس میں چین اور مزے سے پھرتا ہے صرف ایک درخت کو کاٹ دینے کی وجہ سے جو راستہ میں مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔ (مسلم)

انہیں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ایک ٹہنی کے پاس سے گزرا جو راستہ میں بڑھی ہوئی تھی (اور آنے جانے والوں کو گزرنے میں دقت ہوتی تھی) اس نے کہا۔ میں مسلمانوں کے راستہ سے اس کو ضرور ہٹا دوں گا تا کہ وہ ان کو تکلیف نہ پہنچائے۔ چنانچہ اس عمل کی وجہ سے اس شخص کو جنت میں داخل کر دیا گیا۔

(بخاری و مسلم)

حضرت بُھیسہؓ اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون سی چیز ہے جس سے کسی کو منع کرنا جائز نہیں۔ فرمایا: پانی......اور نمک۔

(ابوداؤد) حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:.....جو شخص پیاس کی حالت میں کسی مسلمان شخص کو پانی پلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربمہر پاکیزہ شراب پلائے گا۔

(ابوداؤد، ترمذی)

نوٹ: اسلام دین فطرت ہے۔اس میں اس قدر خیر خواہی، نرمی اور بھلائی کا پہلو رکھا گیا ہے کہ انسان تو انسان حیوانات سے بھی حسن سلوک اوران کی فطری حاجات روائی پہ بہت بڑے بڑے اجر وثواب رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک بدچلن عورت ایک پیاسے کتّے کے پاس سے گزری جو کنویں کے پاس زبان نکالے ہانپ رہا تھا۔قریب تھا کہ وہ شدّتِ پیاس سے مرجائے۔اس عورت نے اپنا جوتا اتارا، اپنی اوڑھنی سے باندھا پھر کتّے کیلئے پانی نکالا اور اسے پلا دیا اس کی وجہ سے اس کو بخش دیا گیا۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا مویشیوں اور جانداروں (سے حسن سلوک) میں بھی ہمارے لیے ثواب ہے؟ فرمایا: ہر تر جگر کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں ثواب ہے۔ (بخاری ومسلم)

اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت بلّی کی وجہ سے عذاب دی گئی جس نے اس کو باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی۔ وہ اس کو نہ کھلاتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے جانور وغیرہ کھالے۔ (بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی بوئے۔اس سے کوئی انسان یا پرندہ یا مویشی کھالیتا ہے وہ اس کیلئے صدقہ بن جاتا ہے (بخاری ومسلم) ایک روایت میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ کھیتی میں سے جو چرالیا جاتا ہے وہ بھی اس کیلئے صدقہ بن جاتا ہے۔(البتہ چور کو عنداللہ چوری کی سزا ضرور ملے گی) ایک حدیث میں ہے کہ کسی غمگین حاجت مند کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے، نیز کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا، کسی کا سامان اٹھا کر رکھ دینا اور راستہ سے ایذا دینے والی چیز ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری)

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کو گلی کوچہ کی راہ بتادے اس کو غلام آزاد کرنے کی مانند ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابو جریؓ جابر بن سُلیمؓ سے روایت ہے، کہا: میں مدینہ آیا۔ میں نے (نبی اکرم ﷺ سے) عرض کیا۔ کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں اُس (اللہ) کا رسول ﷺ ہوں (جس کی شان یہ ہے کہ) اگر تجھے کوئی ضرر پہنچے اور تو اس کو پکارے تو وہ تیری تکلیف کو دور کردے۔ اگر تجھ کو قحط سالی پہنچے اور تو اس سے دعا کرے تو وہ تیرے لیے سبزہ اگائے۔ اگر تو بے آب و گیاہ جنگل (صحرا) میں ہو اور تیری اونٹنی گم ہو جائے اور تو اس سے دعا کرے تو وہ تیری اونٹنی لوٹا دے۔ میں نے عرض کیا: مجھ کو کچھ نصیحت کریں! فرمایا: کسی کو گالی نہ دے۔ (راوی نے کہا میں نے اس کے بعد کبھی کسی آزاد، غلام حتّٰی کہ اونٹ، بکری وغیرہ یعنی جانور کو بھی گالی نہیں دی)۔ پھر فرمایا: کسی نیکی کو حقیر مت سمجھ، اگرچہ تو (مسلمان) بھائی سے مسکرا کر بات ہی کرے چونکہ یہ بھی نیکی ہے..... اگر کوئی تجھ کو گالی دے یا تیرے کسی عیب کی وجہ سے تجھے عار دلائے (یعنی طعنہ دے اور شرمسار کرے) تو تُو اس کو اس کے عیب کی وجہ سے، جسے تو جانتا ہے، عار نہ دلا۔ اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے تیرے لیے اس بات کا اجر اور اس پر اس کا وبال ہوگا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

نوٹ: سبّ و شتم اور گالی دینا اس قدر بُرا اور ناپسندیدہ عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں اور مشرکوں کے معبودان باطل کو بھی سخت سست کہنے، گالی دینے اور بُرا کہنے سے منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ" (سورۃ انعام۔۱۰۸) "اور ان کو گالی مت دو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔ وگرنہ یہ لوگ جہالت کی بنا پر جواباً اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے"۔

گویا اللہ تعالیٰ نے مصلحت اور حکمت کی بناء پر مومنین کو مشرکین کے خود ساختہ معبودوں کو بھی بُرا کہنے سے منع کیا ہے چونکہ اس سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں یعنی مقابلۃً وہ

بھی مسلمانوں کے حقیقی معبود کے بارے میں نازیبا کلمات کہیں گے، جو انتہائی ناپسندیدہ بات ہے اور اس کا سبب تم بنو گے۔ چنانچہ غیر اللہ کی دہائی دینے والوں کے بارے میں یہ حکمت عملی انتہائی مناسب ہے کہ

''بزرگوں کا احترام مگر ان سے مدد مانگنا حرام''

اور

''قبروں کا احترام مگر ان کو سجدہ حرام''

قرآن پاک کی اہم تفسیر ''ابن کثیر'' میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے والدین کو گالیاں دے وہ بڑا ملعون ہے۔ کہا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کوئی اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے گا؟ تو فرمایا: یہ دوسروں کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو دوسرے جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں۔ گویا اسی پہلے شخص نے اپنے ماں باپ کو گالیاں دیں۔

اسی طرح حدیث کی مشہور کتاب ''مشکوٰۃ شریف'' میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے! فرمایا: ہاں، کوئی شخص دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو دوسرا اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اسی طرح حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے کو گالیاں دینے والوں میں سے جو شخص پہل کرے گناہ اس کے ذمہ ہے جب تک کہ مظلوم (یعنی دوسرا شخص) حد سے تجاوز نہ کرے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی کہے کہ ''**هَلَكَ النَّاسَ**'' (لوگ ہلاک ہو گئے) تو وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم) ایک دوسری حدیث میں ہے جو شخص کسی مسلمان کو اس کے کسی گناہ سے عار دلائے جس سے وہ توبہ

کر چکا ہے تو پہلا شخص مرنے سے پہلے پہلے خود اسی قسم کے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ (ترمذی)

اسی طرح حضرت واثلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر خوشی کا اظہار نہ کر۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور تجھ کو اس میں مبتلا کر دے۔ (ترمذی) حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ نیک بات کا حکم دینا صدقہ ہے۔ بُرائی سے روکنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آدمی اپنی شہوت دور کرتا ہے اور اس کو اس میں ثواب ملتا ہے؟ فرمایا: اگر وہ گناہ کی جگہ میں شہوت دور کرے تو اس کو گناہ ہوگا اسی طرح حلال جگہ میں رکھنے سے اس کو ثواب ہوگا۔ (مسلم)

## رسول اکرم ﷺ کی چند احادیث اختصار کے ساتھ

دنیا کی محبت ساری بُرائیوں کی جڑ ہے۔ جس شخص نے چالیس روز تک ذخیرہ اندوزی کی تو وہ اللہ سے بری اور اللہ اس سے بری ہے یعنی اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جو شخص گناہ (رشوت، لوٹ مار، سود، ذخیرہ اندوزی وغیرہ) کے ذریعے مال حاصل کرے پھر اسے صدقہ میں خرچ کرے تو اللہ (قیامت کے دن اسے جمع کر کے) دوزخ میں ڈال دے گا۔ جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ ہر مالدار شخص قیامت کے دن یہ تمنا کریگا کہ اسے دنیا میں بقدر ضرورت روزگار دیا جاتا۔ میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو دولت میں پلتے ہیں، طرح طرح کے کھانوں اور طرح طرح کے کپڑوں کے متلاشی رہتے ہیں اور (اظہار فصاحت کیلئے) منہ پھاڑ کر بولتے ہیں۔ جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے تین چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہے' ایسے غم میں جو اس سے کبھی جدا نہ ہو، معاشی فقر میں جو کبھی مالداری میں تبدیل نہ ہو، ایسے لالچ میں جو کبھی شکم سیر نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کسی

بندے کی خرابی چاہتا ہے تو اس کے مال کو مٹی اور پانی میں ضائع کر دیتا ہے (یعنی غیر ضروری مکان کی تعمیر میں) ہر تعمیر قیامت کے دن اپنے مالک کیلئے وبال ہے سوائے اس تعمیر کے جو سردی وگرمی سے بچائے۔ جو شخص ضرورت سے زائد مکان تعمیر کریگا قیامت کے دن اسے اس تعمیر کو اٹھانے کا پابند کیا جائیگا۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے وہ ایسا ہے گویا اس نے تمام عمر اللہ کی عبادت کی۔ جس شخص نے کسی مومن کو آرام پہنچایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آرام پہنچائے گا۔ تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ اس کی کسی ضرورت کی تکمیل کیلئے چلنا میری اس مسجد میں (مسجد نبویؐ) دو مہینوں کے اعتکاف سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل یہ ہے کہ مسلمان کو خوش کیا جائے اور اس کا غم دور کیا جائے۔ دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے بڑھ کر خراب عادت کوئی نہیں ہے۔ ا۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ۲۔ اللہ کے بندوں کو نقصان پہنچانا اور دو عادتیں ایسی ہیں کہ ان سے زیادہ اچھی عادت کوئی نہیں ایک اللہ کی توحید پر ایمان لانا، دوسرے اللہ کے بندوں کو نفع پہنچانا۔ اپنے دلوں کو دنیا کے ذکر میں مشغول نہ کرو۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں انگلی ڈال کر نکالے۔

(انتخاب حافظ محمد موسیٰ بھٹو مدیر ماہنامہ "بیداری" حیدر آباد)

# وظائف نبوی

( صلّی اللہُ علَیہِ وَاٰلِہٖ وَسلَّم )

جو شخص دن میں دس مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک فرشتہ مقرر فرما دیتے ہیں جو شیطانوں کو اس سے دور رکھتا ہے چونکہ حدیث میں ہے "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰہِ فِی الْیَوْمِ عَشْرَ مَرَّاتٍ مِّنَ الشَّیْطَانِ وَکَّلَ اللّٰہُ بِہٖ مَلَکًا یَّرُدُّ عَنْہُ الشَّیَاطِیْنَ" لہٰذا روزانہ کم از کم دس مرتبہ پڑھے۔

﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴾

(میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود کے شر سے)

نیز گدھے یا کتّے کی آواز سنے تو بھی یہی مذکورہ بالا تعوّذ پڑھے۔ (حصن حصین)

احادیث مبارکہ میں ہے کہ:۔

جو شخص صبح و شام یہ وظیفہ پڑھے ستر ہزار فرشتے اس پہ رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ اسی دن مرے تو شہادت کی موت پاتا ہے۔ (دارمی، ترمذی)

پہلے تین دفعہ پڑھے:

﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴾

( میں سب کچھ سننے اور جاننے والے اللہ کی پناہ لیتا ہوں مردود شیطان کے وسوسوں سے )

پھر ایک دفعہ پڑھے:

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمِ ، ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ، سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ہ ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ط یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ح وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ •

(پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیات ۲۲ تا ۲۴)

(وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا ہے، وہ بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے، وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی تمام جہانوں کا شہنشاہ ہے، بہت پاک ذات ہے، بے عیب ہے، امن دینے والا ہے، سب کا نگہبان ہے، سب پر غالب ہے، زبردست ہے، بڑائی کا مالک ہے، مشرکوں کے شرک سے پاک ہے، وہی اللہ سب کا پیدا کرنے والا ہے، ہر شے کا بنانے والا ہے، ہر چیز کو صورت دینے والا ہے، اسی کیلئے سارے اچھے نام ہیں، آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے، اور وہی سب پر غالب اور حکمت والا ہے (یعنی اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں)

جوکوئی صبح وشام ان آیات کو پڑھے وہ اس چیز کو پالے گا جو اس سے فوت ہوگئی۔ (ابوداود)

فَسُبۡحَانَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ٥ وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ ٥ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَیُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَکَذٰلِکَ تُخۡرَجُوۡنَ ٥ (پارہ ۲۱ سورۃ الروم، آیات ۱۷ تا ۱۹)

(پس تم پاکی بیان کرو اللہ کی جس وقت تم شام کرتے ہو اور جس وقت تم صبح کرتے ہو اور اسی کیلئے حمد وثنا ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اس کی پاکی بیان کرو سہ پہر (عصر کے وقت) کو اور جس وقت تم ظہر کرتے ہو (یعنی ظہر کے وقت)۔ وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم بھی مرنے کے بعد زمین سے نکالے جاؤ گے)

جو شخص صبح وشام یہ کلمات کہے تو کوئی چیز اسے ضرر نہیں پہنچاتی۔

﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِہٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ﴾ (ترمذی)

(اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جس کے نام سے کوئی چیز بھی نقصان نہیں

پہنچاتی نہ زمین میں اور نہ آسمانوں میں اور وہی خوب سننے والا اور علم رکھنے والا ہے)

جو مسلمان صبح وشام تین مرتبہ یہ کہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ضرور راضی کرے گا۔

﴿ رَضِیتُ بِا للهِ رَبًّا وَّ بِا لْاِسْلَامِ دِ یْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا ﴾ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(احمد، ترمذی)

(میں راضی ہوں اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے ''آخری'' نبی ہونے پر)

جو شخص ان کلمات کو کہے وہ ہر زہریلی چیز سے محفوظ رہتا ہے۔

﴿ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ ﴾ (حصن حصین)

(میں پناہ پکڑتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ساتھ تمام مخلوقات کے شر سے)

جو شخص صبح وشام یہ کلمات کہے وہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں، دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔

﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ﴾ (مشکوٰۃ)

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے بادشاہت ہے اور اسی کیلئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

جو شخص سوتے وقت تین مرتبہ یہ کلمات کہے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے اگر چہ وہ دریا کے جھاگ، جنگل کی ریت کے ذروں، درختوں کے پتوں اور دنیا کے دنوں کے برابر بھی ہوں۔

﴿ اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ﴾ (ترمذی)

(میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ سے زندہ اور قائم ہے اور میں اسی کے حضور توبہ کرتا ہوں)

حدیث میں ہے کہ جو شخص بازار جائے اور یہ کلمات کہے تو اس کے دس لاکھ گناہ معاف ہوتے ہیں، دس لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس لاکھ درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ اور جنت میں اس کیلئے گھر بنایا جاتا ہے۔

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ﴾

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے بادشاہت ہے اور اسی کیلئے سب تعریفیں ہیں وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور خود ایسا زندہ ہے جس کو کبھی موت نہیں، اس کے ہاتھ میں سب کی سب بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

نیز یہ دعا مانگے

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا يَمِيْنًا فَاجِرَةً اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً" (حصن حصین)

(اے ہمارے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بازار کی بھلائی کا اور جو بھی اس بازار میں خیر ہے اس کا اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بازار کی بُرائی سے اور ہر اس بُرائی سے جو اس میں ہے، اے ہمارے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس بازار میں (سودا بیچتے یا خریدتے ہوئے) جھوٹی قسمیں کھاؤں یا نقصان دہ سودا کروں)

جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں فضول گفتگو ہو اور وہ شخص اٹھنے سے پہلے یہ کلمات کہہ لے تو یہ بُری باتوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور اگر اچھی باتیں ہی ہوں تو ان کا تتمہ (اتمام و تکمیل) اور مُہر (Seal) بن جاتے ہیں۔ یعنی عند اللہ اس کو محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر مجلس سے اٹھتے وقت ان کلمات کو ضرور پڑھ لینا چاہیے۔

﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ﴾ (مشکوٰۃ)

(اے اللہ تو پاک ہے اور سب تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں)

جو شخص گھر سے نکلتے ہوئے یہ کلمات کہے وہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

﴿ بِسمِ اللہِ تَوَکَّلتُ عَلَی اللہِ لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ ﴾ (ابوداود)

(اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں، کوئی طاقت نہیں ہے سوائے اللہ کی طاقت کے بُرائی سے بچنے اور بھلائی کرنے کیلئے)

نیز یہ دعا مانگے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِکَ مِن اَن اَضِلَّ اَو اُضَلَّ اَو اَزِلَّ اَو اُزَلَّ اَو اَظلِمَ اَو اُظلَمَ اَو اَجھَلَ اَو یُجھَلَ عَلَیَّ"

(اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ میں خود گمراہ ہوں یا میں گمراہ کیا جاؤں، یا میں سیدھے رستے سے خود پھسلوں یا پھسلایا جاؤں، یا میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، یا میں خود کسی کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کروں یا میرے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جائے)

پھر جب آدمی گھر واپس آئے تو گھر میں داخل ہوتے وقت یہ کلمات کہے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ خَیرَ المَولِجِ وَخَیرَ المَخرِجِ بِسمِ اللہِ وَلَجنَا وَعَلَی اللہِ رَبِّنَا تَوَکَّلنَا"

اور پھر السلام علیکم کہے۔ (ابوداود)

(اے اللہ میں تجھ سے گھر کے اندر آنے اور گھر سے باہر جانے کی خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں ہم اللہ کے نام کے ساتھ ہی گھر میں آتے ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ ہی گھر سے جاتے ہیں اور اپنے رب اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں)

نبی پاک ﷺ جب سوار ہوتے تو "بسم اللہ" اور "اَلحَمدُ لِلہِ" کہتے پھر تین دفعہ "اللہ اکبر" کہتے اور یہ کلمات کہتے۔

﴿ سُبحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقرِنِینَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴾ (مشکوٰۃ)

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا وگرنہ ہم اسے اپنے بس میں نہیں کر سکتے تھے اور بے شک ہمیں اپنے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے)

نبی پاک ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے۔

﴿ اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوتُ وَاَحْییٰ ﴾

(اے ہمارے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں)

اور جب جاگتے تو فرماتے:

﴿ اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَحیَانَا بَعدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیہِ النُّشُورِ ﴾ (بخاری ومسلم)

(سب تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں زندہ کیا ہمارے مرنے کے بعد اور اسی کی طرف ہمیں اکٹھے ہونا ہے)

جو شخص تین مرتبہ کہے:

﴿ سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ عَدَدَ خَلقِہٖ وَرِضٰی نَفسِہٖ وَزِنَةَ عَرشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ ﴾ (مسلم)

(میں پاکی بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اس کی تمام تعریفوں کے ساتھ، اتنی تعداد میں جتنی اس کی مخلوق ہے اور اتنی تعداد میں جس سے وہ راضی ہو اور اتنی تعداد میں جتنا اس کے عرش کا وزن ہے اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر)

اسے صبح سے چاشت تک ذکر کرنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔

درج ذیل کلمہ عرش الٰہی کے نیچے سے اترا ہے، جنت کا خزانہ ہے اور ننانوے بیماریوں کی دوا ہے۔

﴿ لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ﴾

(کسی بھی کام کی طاقت وقوت اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر میسر نہیں ہے)

اور دوسری روایت میں ہے کہ درج ذیل کلمہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے۔ جن میں سے سب سے ہلکی بیماری غم ہے۔

﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَلْجَا وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ﴾ (مشکوٰۃ)

(کسی بھی کام کی طاقت وقوت اللہ بزرگ وبرتر کی مدد کے بغیر میسر نہیں ہے اور اس کے سوا نہ کوئی پناہ گاہ ہے اور نہ ہی کوئی نجات دینے والا ہے)

جو شخص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے یہ کلمات سات مرتبہ کہے وہ دوزخ کی آگ سے نجات پائے گا۔

﴿اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ مِنَ النَّارِ﴾ (ابوداود)

(اے ہمارے اللہ! مجھے آگ سے بچائیو)

جب نبی کریم حضرت محمد ﷺ غمگین ہوتے تو یہ الفاظ کہتے۔

﴿يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ﴾ (ترمذی)

(اے زندہ اور قائم رہنے والے، میں تیری رحمت کے وسیلے سے تیری مدد مانگتا ہوں)

جب کپڑے اتارے تو پہلے "بِسْمِ اللّٰهِ" کہہ لے۔ شیاطین برہنہ نہ دیکھ سکیں گے۔ (حصن حصین)

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ جن کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے، ننانوے (99) ہیں جو شخص انہیں یاد کر لے اور پڑھتا رہے وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا، جو درج ذیل ہیں:

**اَللّٰهُ** الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْوَلِیُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِیْ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ

الْمُحیِ الْمُمِیتُ الْحَیُّ الْقَیُّومُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیُ الْمُتَعَالِیُ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِکُ الْمُلْکِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِیُ الْمَانِعُ الضَّارُ النَّافِعُ النُّورُ الْهَادِیُ الْبَدِیْعُ الْبَاقِیُ الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصُّبُوْرُ۔

بچے کو نظر بد، دکھ، بیماری اور ہر طرح کی آفت و بلا سے محفوظ رکھنے کیلئے یہ تعویذ لکھ کر گلے میں ڈال دے[1]۔

﴿ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَآمَّۃٍ وَّمِنْ شَرِّ کُلِّ عَیْنٍ لَّآمَّۃٍ ﴾ (حصن حصین)

(میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں اس کے کلماتِ تامہ کے ذریعے، ہر شیطان اور زہریلی بلا کے شرّ سے اور ہر لگنے والی نظر بد کے شرّ سے)

جس مسلمان نے اپنی بیماری کی حالت میں چالیس مرتبہ مندرجہ ذیل آیت پڑھ لی۔ اگر وہ اس بیماری میں وفات پا گیا تو چالیس شہیدوں کا ثواب پائے گا۔

﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (مشکوٰۃ)

(اے اللہ!) نہیں ہے تیرے سوا کوئی معبود، تیری ذات پاک ہے، بے شک میں ہی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہوں۔)

جسے شہادت یا مدینہ میں وفات پانے کا شوق ہو، وہ مندرجہ ذیل دعا صدق

---

۱۔ تعویذ صرف بچے کے گلے میں ڈالنا جائز ہے چونکہ وہ خود لکھ پڑھ نہیں سکتا اور نہ خود کو دم ہی کر سکتا ہے بڑوں کو چاہیے کہ وہ خود پڑھیں اور اپنے آپ کو خود دم کریں حدیث شریف کی کتابوں ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں ہے "..... یَا نَبِیَّ اللّٰہِ عَلِّمْنِی تَعْوِیْذًا اَ تَعَوَّذُ بِہٖ قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ....."
﴿یعنی حضور ﷺ کے ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی مجھے تعویذ سکھایئے جس کے ذریعے میں اللہ کی پناہ پکڑ سکوں۔ آپ نے فرمایا: کہو اے ہمارے اللہ میں تیری پناہ پکڑتا ہوں (حسب ذیل چیزوں کے شر سے ........ ﴾ گویا صحابہ اکرامؓ نے یہ کبھی نہیں عرض کیا کہ ہمیں تعویذ دیجئے کہ ہم گلے میں لٹکالیں یا جسم کے کسی حصہ سے باندھ لیں بلکہ یہی عرض کرتے کہ ہمیں ایسے کلمات سکھایئے جنہیں پڑھ کر ہم اللہ کی پناہ حاصل کریں تاکہ طرح طرح کی بلاؤں سے محفوظ رہیں۔

دن سے پڑھے تو اس کوشہادت کا درجہ دیا جائے گا اگرچہ بظاہر شہادت میسر نہ آئے۔

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِی بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ صلی اللہ علیہ وسلم﴾

(مشکوٰۃ)

(اے ہمارے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما، اور میری موت کو اپنے رسول ﷺ کے شہر میں واقع فرما)

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص مجھ پر (کوئی سا) درود پڑھنے کے بعد مندرجہ ذیل کلمات کا اضافہ کرے۔اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ﴾ (مشکوٰۃ)

(اے ہمارے اللہ! آپ ﷺ کو قیامت کے دن اپنا سب سے زیادہ قُرب عطا فرما)

جو شخص کسی کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر یہ کلمات کہے تو خود اس مصیبت میں کبھی گرفتار نہ ہوگا۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا﴾ (مشکوٰۃ)

"سب تعریفیں اس اللہ پاک کیلئے ہیں اور تمام تر شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے اس چیز (دکھ تکلیف) سے بچائے رکھا جس میں (اے مخاطب) تجھے مبتلا کیا ہے اور بہت سی مخلوق پر مجھے نمایاں طور پر فضیلت دے دی ہے"

جو شخص دن میں ۲۷ یا ۲۵ مرتبہ درج ذیل دعا مانگے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مستجاب دعوات (جن کی دعائیں اللہ کے ہاں مقبول ہوتی ہیں) لوگوں میں شامل ہو جائے کہ جن کی دعاؤں سے زمین والوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ نیز دنیا بھر کے مسلمانوں (جن کی تعداد کروڑوں میں نہیں اربوں میں ہے) کے برابر نیکیاں اور بخششیں ملیں گی۔ (حصن حصین)

﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾

"اے اللہ! میری، تمام مومن مردوں، مومن عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش فرمادے"

# مختصر احادیث یاد کرنے والوں کیلئے "دو لفظی اربعین"

۱۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. (متفق علیہ)

عملوں کا دارمدار نیتوں پر ہے۔

۲۔ اَلرِّيَآءُ شِرْكٌ. (مشکوٰۃ، عمرؓ)

دکھاوا (کی عبادت اور عمل) شرک ہے۔

۳۔ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ (مسلم۔ تمیم داری)

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

۴۔ اَفْشُوا السَّلَامَ (مسلم، ابو ہریرہؓ)

ہر کسی کو سلام کرو۔

۵۔ اُنْصُرْ اَخَاكَ (متفق علیہ، انسؓ)

اپنے (اسلامی و انسانی) بھائی کی مدد کرو۔

۶۔ تَصِلُوْا اَقْرِبَآءَكَ (مسند احمد، انسؓ)

رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔

۷۔ بَرُّوْا اٰبَآءَكُمْ (حاکم، ابو ہریرہؓ)

اپنے بڑوں کا احترام کرو۔

۸۔ اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ (ابن ماجہ، ابن عباسؓ)

اپنی اولاد پہ شفقت کرو۔

۹۔ اَكْرِمُوا الْخُبْرَ (مشکوٰۃ)

استاد اور عالم کی عزت کرو۔

۱۰۔ لِلْجَارِ حَقٌّ (مشکوٰۃ)

ہمسایہ کا (ہمسایہ پر) حق ہے۔

۱۱۔ اِتَّقُوا الظُّلْمَ (مسلم، جابرؓ)

ظلم کرنے سے بچو!۔

۱۲۔ اَحِبَّ الْمَسَاکِیْنَ (ابن حبان، ابوذرؓ)

مسکینوں سے محبت کرو۔

۱۳۔ عُوْدُوْا لْمَرِیْضَ (بخاری)

بیمار کی مزاج پُرسی کرو۔

۱۴۔ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ (بخاری، ابوموسیٰؓ)

بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔

۱۵۔ اِسْقِ الظَّمْاٰنَ (مسند احمد، ابن عارب)

پیاسے کو پانی پلاؤ۔

۱۶۔ اَحْسِنُوا الذِّبْحَ (مسلم، ابن اوس)

جانوروں کو عمدگی سے ذبح کرو۔

۱۷۔ اِئْتِ الْمَعْرُوْفَ (بخاری، حرملہؓ)

نیکیاں کرو (اور کرنے کا حکم دو)

۱۸۔ وَاجْتَنِبِ الْمُنْکَرَ (بخاری، حرملہؓ)

برائیوں سے بچو (اور بچنے کی تلقین کرو۔

۱۹۔ اَنْفِقْ اُنْفِقْ (متفق علیہ، ابوہریرہؓ)

خرچ کرو، (اللہ تعالیٰ) تم پر خرچ کرے گا۔

۲۰۔ کُفَّ لِسَانَکَ (مسند احمد، ابن عازب)

اپنی زبان قابو میں رکھو۔

۲۱۔ قُلِ الْحَقَّ (ابن حبان، ابوذرؓ)

(ہمیشہ) حق بات کہو۔

۲۲۔ لَا تَغْضَبْ (بخاری، ابوہریرہؓ)

غصے میں نہ آؤ۔

۲۳۔ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ (مشکوٰۃ)

(گناہوں پر) شرمندگی توبہ ہے۔

۲۴۔ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ (ابوداؤد، جابر)

مجالس (کی گفتگو) امانت ہے۔

۲۵۔ اَلْوَعْدَةُ دَيْنٌ (مشکوٰۃ)

وعدہ ایک قرض ہے۔

۲۶۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (ترمذی)

جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہے۔

۲۷۔ تَهَادُوْا تَحَابُّوْا (مشکوٰۃ)

باہم تحفے بھیجا کرو، محبت بڑھے گی۔

۲۸۔ اِحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ (بیہقی، ابن عباسؓ)

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

۲۹۔ اَعْلِنُوا النِّكَاحَ (ترمذی۔ عائشہؓ)

شادی کھلے بندوں کیا کرو۔

۳۰۔ تُقِيْمُ الصَّلٰوةَ (مشکوٰۃ، معاذؓ)

نماز باقاعدگی سے ادا کرو۔

۳۱۔ تُؤْتِی الزَّكٰوةَ (مشکوٰۃ، معاذؓ)

زکوٰۃ باقاعدہ دیا کرو۔

۳۲۔ تَصُومُ رَمَضَانَ (مشکوٰۃ، معاذؓ)

ماہِ رمضان کے روزے رکھا کرو۔

۳۳۔ تَحُجُّ الْبَيْتَ (مشکوٰۃ، معاذؓ)

بیت اللہ کا حج کرو۔

۳۴۔ عَلَيْكَ بِالْجِهَادِ (ابن حبان، ابوذرؓ)

تم پر جہاد فرض ہے۔

۳۵۔ اَلصَّلٰوةُ قُرْبَانٌ (ترغیب وترہیب، جابرؓ)

نماز (اللہ کے) قرب کا باعث ہے۔

۳۶۔ صُومُوا تَصِحُّوا (طبرانی، ابوہریرہؓ)

روزہ رکھو، صحت مندر ہو گے۔

۳۷۔ اَلْجَالِبُ مَرْزُوقٌ (ابن ماجہ)

غلّہ بلا روک بیچنے والا بابرکت رزق دیا جاتا ہے۔

۳۸۔ اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ (ابن ماجہ، عمرؓ)

ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری کرنے والا لعنتی ہے

۳۹۔ اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ (مشکوٰۃ)

قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (تسلی سے) پڑھا کرو۔

۴۰۔ اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ (ترمذی، ابن مسعودؓ)

بدشگونی شرک ہے۔

# درود شریف کے فضائل

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جو سو مرتبہ درود پڑھے گا وہ نفاق اور دوزخ سے بری ہوگا۔ قیامت کے روز شہیدوں کے ساتھ رہے گا۔ (طبرانی)

ایک روایت میں ہے جو ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میرے قریب سب سے زیادہ وہ شخص ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب تک نبی ﷺ پر درود نہ بھیجو گے تمہاری دعائیں زمین اور آسمان کے درمیان لٹکی رہیں گی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ ہمیں اس درود کی برکت ہی سے سب کچھ ملا۔

﴿ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَافَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

تمت بالخیر

## Life Style of Hazrat "MOHUMMUD" (S.A.W)

| | |
|---|---|
| ☆ Talk | Softly |
| ☆ Walk | Humbly |
| ☆ Eat | Sensibly |
| ☆ Act | Inteligently |
| ☆ Sleep | Sufficiently |
| ☆ Dress | Properly |
| ☆ Work | Patiently |
| ☆ Deal | Truthfuly |
| ☆ Believe | Correctly |
| ☆ Behave | Decently |
| ☆ Learn | Practically |
| ☆ Plan | Orderly |
| ☆ Earn | Honestly |
| ☆ Think | Intelectually |

SUBHAN-ALLAH

# ہماری دیگر مطبوعات

خلافت
ہمارے جملہ مسائل کا حل
چودھری رحمت علی

کتاب خلافت
از بابائے خلافت

خطبات
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلام اور ضبط ولادت
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سنت کی آئینی حیثیت
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

معاشیات اسلام
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

قادیانی مسئلہ
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

حسن معاشرت
محمد یوسف اصلاحی

داعی اعظم ﷺ
محمد یوسف اصلاحی

آسان فقہ
اول، دوم
محمد یوسف اصلاحی

راہ عمل
مولانا جلیل احسن ندوی

جلوۂ فاران
عنایت اللہ سبحانی

محمد عربی ﷺ
عنایت اللہ سبحانی



اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۳۔ کورٹ سٹریٹ لوئر مال، لاہور
ہیڈ آفس: منصورہ ملتان روڈ، لاہور پاکستان

Tel:+92-42-37248676-37320961
042-35417074
Fax: +92-42-37214974
E-mails: islamicpak@hotmail.com
islamicpak@yahoo.com
Website: www.islamicpak.com.pk